Postal Regd. No.LW/NP/63/2006to2008
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Vol. No. Issue No. 10

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off: 0522-2740406
Fax: 0522-2274834 - 2741231
E-mel: nadwa@sancharnet.in

25 March. 2007

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

لکھنؤ

آخری آزمائش

یاد کیجئے کہ خدا تعالیٰ اپنے کلمۂ توحید کی حفاظت کے لئے ہم مسلمان کی امانت کا محتاج نہیں ہے، بلکہ ہم اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اس تیرہ سو برس کے اندر اسلام میں کتنی قومیں آئیں اور اپنی اپنی باری سے اسلام کی حفاظت کا فرض ادا کر گئیں۔ اگر اس آخری آزمائش میں بھی ہم پورے نہ اترے تو کیا عجب ہے کہ قدرت الٰہی اپنے دین مبین کی حفاظت کے لئے دوسروں کو چن لے اور ہم کو اسی طرح اپنے دروازے سے مطرود و مردود کر دے جس طرح ہم سے پہلے بہت سی قومیں ہو چکی ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ۝

"اے لوگو! تم اللہ کے فقیر و سائل ہو اللہ تو تمہاری مدد سے بے نیاز ہے اگر وہ چاہے تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے اور ایک دوسری مخلوق کو پیدا کر دے اور اس کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔"

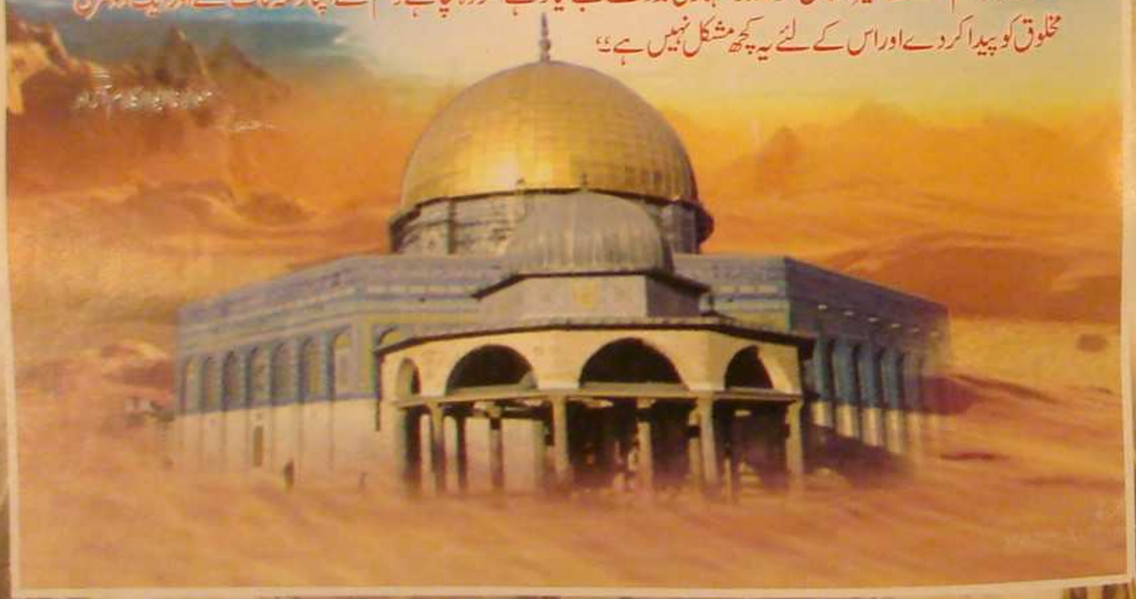

Rs.10/-

۱۰ اپریل ۲۰۰۷ء

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram
Jewellers

Near Odeon Cinema, Lucknow

Phone: Shop. 0522-2274606
(R) 0522-2616731

محمد اکرم جویلرس

Ph:2266786
Mob:9415015169

ثناء جویلرس
SANA JEWELLERS

Riyaz Ahmad
Ghyas Ahmad

۳۰۱/۱۲ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/12, Sarai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

کی ایک قابل اعتماد دوکان

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
براچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel.: 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell 91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Ph:2260433

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلیس

میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

Whenever you see Jewlellery
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد سلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

Editer: *Shamsul Haq Nadwi* Office. Ph: 2740406 Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph:0522-2614685

DESIGNED BY HAMID, DALIGANJ LUCKNOW. Mobile: 9415769282 - 9305672904

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۴ شمارہ نمبر ۱۱

۱۰ر اپریل ۲۰۰۷ء مطابق ۲۱ر ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

مدیر مسئول: مولانا نذر الحفیظ ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

● مولانا عبداللہ حسنی ندوی ● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

● امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون ۲۰۰/ ـــــ فی شمارہ ۱۰/

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے ۴۰/ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7

E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے فریداری نمبر کے پیچھے اگر لال لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا فریداری نمبر ضرور لکھیں، اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (مدیر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس نظیر آباد لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات نیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Computer Tameer Hayat (Hashmat Ali)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس شمارے میں

شعروا دب

نور بصیرت — عامر عثمانی — ۲

اداریہ

شعور کی بیداری — شمس الحق ندوی — ۳

نصاب تعلیم

دینی مدارس اور عصری درسگاہوں..... — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۵

پیغام رسالت

رسالت کا پیغام اور دنیا کو اس کی ضرورت — سید بلال عبدالحی حسنی ندوی — ۷

فکر بوالحسن

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ..... — محمد موسیٰ بھٹو — ۹

رفتار کار

رپورٹ ناظم ندوۃ العلماء — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۱۱

تعلیمات نبوی

نبوی تعلیمات واخلاق — محمود حسن حسنی ندوی — ۱۵

عالم اسلام

مسئلہ فلسطین اور اس کا حل — جمی کارٹر — ۱۷

بانگ حرا

قرآن کی پہلی وحی..... — سلمان نسیم ندوی — ۱۹

ہوشیار.....

عیسائی مشنری — محمد وثیق ندوی — ۲۲

احوال عالم

عراق میں امریکی افواج کو ویتنام.... — انیس احمد ندوی — ۲۳

رپورٹ

عالمی رابطۂ ادب اسلامی..... — ڈاکٹر مولانا محمد صدر الحسن ندوی — ۲۷

دوروزہ بین الاقوامی مذاکرۂ علمی — ۲۹

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب — مفتی محمد طارق ندوی — ۳۰

ملک کی طاقت کا حقیقی سرچشمہ

ملک کی طاقت کا حقیقی سرچشمہ، اور جینے اور پھلنے پھولنے کے لئے اس کا سب سے بڑا سہارا ایسے حق گو اور بے لاگ انسانوں کا وجود ہے جو بڑے سے بڑے نازک اور جذباتی موقع پر ظلم کو ظلم، ناانصافی کو ناانصافی اور غلطی کو غلطی کہہ سکتے ہیں، اگر آپ واقعی کسی قوم کی بیداری اور اس کی زندگی کی صلاحیتوں کو جانچنا چاہتے ہیں اور یہ اندازہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ قوم یا ملک انسانیت اور اخلاق، اور علم وفن کی امانت کی حفاظت کی کہاں تک اہل ہے، تو یہ دیکھئے کہ اس میں کتنے ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو تنقید کے موقع پر اپنے پرائے کی تمیز نہ کرتے ہوں، جو صریح غلطی کے موقع پر بڑی سے بڑی اکثریت اور بڑی سے بڑی طاقتور حکومت کو برملا ٹوک دیتے ہوں، جو مظلوموں اور کمزوروں کے لئے سینہ سپر بن جاتے ہوں، اور بگڑے ہوئے حالات میں عیش کے ایوانوں کو چھوڑ کر دیوانوں کی طرح پھرنے لگتے ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ہوں، جن کو آئندہ کے فوائد اور وقت کے مصالح سچی بات کہنے سے باز نہ رکھتے ہوں، جو حق کی حمایت اور اعلان میں اپنی قوم کا معتوب بننے کو اپنی قوم کا محبوب بننے پر ہزار بار ترجیح دیتے ہوں، جب سارے ملک میں زیادتی، حق تلفی، جانبداری اور مصلحت پرستی کی ہوا چل رہی ہو، تو وہ اپنا کھانا پینا بھول جائیں اور حالات کو درست کرنے کے لئے کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھیں، جو وقت کے مسئلہ کے سامنے تمام مسائل کو بالائے طاق رکھ دیں، ہر طرح کے اختلافات کو بھلا دیں، بلاتمیز قومیت وملّت انسانی جان وآبرو کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا دیں، اگر ایسے افراد اس قوم کی تعداد کے مناسب، اور ضرورت کے مطابق پائے جاتے ہیں تو اس قوم اور اس کے مستقبل کی طرف سے مایوس وہراساں ہونے کی ضرورت نہیں، اس کی ہر پریشانی دور ہو جائے گی، ہر کمی پوری ہو جائے گی، پتھر موم، اور دشمن دوست بن جائیں گے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

''نورِ بصیرت''

از.....عامرؔ عثمانی

چاند، سورج، ستارے زمیں آسماں، حشر تک بھول سکتے نہیں یہ سماں
جب اندھیروں کے پرہُول طوفان سے، ایک تنہا دِیا برسرِ جنگ تھا

پہلے پہلے تو ان سب کو آئی ہنسی، پھر تحیّر ہوا دم بخود رہ گئے
دیکھتے دیکھتے شرق سے غرب تک، نور ہی نور تھا، رنگ ہی رنگ تھا

اس طرف ایک شیشہ تھا نازک بدن، اپنے ماتھے پر گردِ یتیمی لئے
اُس طرف ایک لشکر زرہ پوش تھا، ہر زِرہ پوش کے ہاتھ میں سنگ تھا

پھر ہوائیوں کہ زِرہوں کے ٹکڑے اڑے، سنگ شیشے سے ٹکرا کے شق ہوگئے
آب وگِل کو تعجب تھا یہ کیا ہوا؟ برق حیران تھی آسماں دنگ تھا

پھول کھلتے گئے، دیپ جلتے گئے، سنگ وفولاد وآہن پگھلتے گئے
ایک درویش کے سازِ توحید میں کیسی تاثیر تھی، کیسا آہنگ تھا

سننے والوں کی کایا پلٹ ہوگئی، دفعتاً کیا سے کیا بن گیا آدمی
اس پہ جن وملک رشک کرنے لگے، جو خود اپنے لیے باعث ننگ تھا

تم نے انساں کو نورِ بصیرت دیا، ذوقِ عبرت دیا، حسنِ سیرت دیا
تم جو آئے تو دنیا کے دن پھر گئے، تم سے پہلے یہاں کا عجب رنگ تھا

کتنے بے جان معبود کتنے خدا، وہم کی کارگاہوں میں ڈھالے گئے
عقل کس درجہ مفلوج وبیمار تھی، فکر کا دائرہ کس قدر تنگ تھا

شعور کی بیداری

از.....شمس الحق ندوی

ایک مسلمان کا ایمان وعقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے، چھوٹے سے چھوٹے عمل کو جانتا اور ہر حرکت وفعل کی خبر رکھتا ہے، آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپے ہوئے ارادوں اور نیتوں تک کی اس کو خبر ہوتی ہے، ذرا تصور وخیال فرمایئے کہ اگر کوئی ایسا طاقتور کیمرہ یا ٹیپ رکارڈر ہمارے دائرہ عمل وحرکت میں فٹ ہو جو ہماری ایک ایک حرکت کی تصویر لے رہا ہو، اور ٹیپ ریکارڈر ہلکی سے ہلکی آواز حتی کہ سانس تک کی صدائے خفی کو بھی ٹیپ کرتا جارہا ہو تو ہم کس فکر واحتیاط کے ساتھ پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں گے، کچھ کہنے بولنے اور کرنے سے پہلے بار بار سوچیں گے کہ ہمارے اس کام اور اقدام میں کوئی کھوٹ اور نفس کا چور تو نہیں چھپا ہوا ہے، جس کو لوگوں کی نگاہوں اور علم وواقفیت سے تو چھپائے رکھیں، لیکن کیمرہ اور ٹیپ رکارڈر ہماری اصل تصویر اور آواز ایسی جگہ پیش کردیں جہاں ہمارا سارا کچا چٹھا سامنے آجائے اور شرم وندامت سے ایسے پانی پانی ہوں کہ اپنے ہی پسینے میں گلے گلے ڈوبنے لگیں۔

ہمارے اردگرد کوئی ایسا کیمرہ اور ٹیپ رکارڈر تو نہیں فٹ ہے، لیکن ہم مسلمان ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ رب کائنات بندہ کے ہر ہر عمل سے باخبر ہے، حتی کہ اسکے دل میں پیدا ہونے والے تصور وخیال کا بھی علم رکھتا ہے، اپنی اس باخبری کے باوجود جس میں وہ کسی ادنی سبب وذریعہ کا محتاج نہیں بندوں کے مزاج وافتادِ طبع کے اعتبار سے کہ وہ غفلت کے شکار نہ ہوں ان کے ساتھ دو فرشتے مقرر فرمادیئے ہیں، جو انکے اچھے یا برے عمل کی رپورٹ بلا کم وکاست تیار کرتے رہتے ہیں۔

اگر یہ شعور پیدا ہوجائے کہ یہ فرشتے ٹیپ رکارڈر اور کیمرہ سے بھی صاف اور واضح اور مکمل رپورٹ تیار کرتے رہتے ہیں، جس میں ذرا بھی بھول چوک نہیں ہوتی، جس کو قرآنی الفاظ میں اس طرح ادا کیا گیا ہے۔﴿مالھذا الکتاب لایغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا﴾

تو ہم کو سوچنا چاہئے کہ ہم اس علیم وخبیر اور قادر مطلق ذات کی پکڑ کی کتنی زد میں ہیں۔

ہم کو اگر کسی وقت یہ خطرہ ہوتا ہے کہ ہم حاکم وقت بلکہ اگر ہم کسی ملازمت میں اور اس کا ذمہ دار وانچارج ہم پر کڑی نظر رکھتا ہے، وہ ہمارے کام ہی نہیں بلکہ بات چیت ہر چیز پر نظر رکھتا ہے، تو ہم اپنے قول وعمل میں کتنے چوکس وچوکنا رہتے ہیں اور اس خطرہ میں بھی نہیں پڑنا چاہتے کہ وہ ہمارے کسی بے خیالی میں نکل جانے والے جملہ پر ہم کو نقصان پہنچادے، جب ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ کتنے افسوس وخطرہ کی بات ہے کہ اس قادر مطلق اور احکم الحاکمین کی طرف سے جو ہمارے تمام حرکات وسکنات، ہماری زبان کی کارگزاریوں سے خوب واقف ہے کیسے غافل ہیں؟

شیطان کی حکمت عملی اور جنگی سیاست یہ ہے کہ وہ مسلمان میں جو کمزور پہلو دیکھتا ہے اسی طرف سے حملہ آور ہوتا ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''وہ ہر طبقہ اور ہر فرد پر ایک ہی طریقہ، اور ایک ہی ہتھیار نہیں آزماتا، وہ دینداروں اور عابدوں کو عوام کے درجہ کے فسق وفجور کی ترغیب نہیں دیتا، کہ اس میں اس کو کامیابی کی امید نہیں، وہ ان (مقدس لوگوں) کو ریاء، تکبر، خود پسندی، حب جاہ اور حسد جیسے

امراض میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور یہ وہ دلکش وحسین خواب ہیں، جن میں بڑے بڑے اہل علم، صاحب جبہ ودستار بھی مبتلا ہوجاتے ہیں، جب بات یہاں پہنچ جائے تو عوام الناس پر شیطانی حملے کس کس انداز سے ہوتے ہیں اس کی تفصیل کیونکر گنائی جاسکتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت میں ہیکہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو رو پڑے اور فرمایا تم لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو کہ یقین (ایمان) کے بعد عافیت سے بہتر کوئی نعمت نہیں دی گئی ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میری امت کے افراد خواہشات نفس، ہوس اور حرص کے فتنوں میں مبتلا ہوں گے، اس لئے آپ اس کے تصور سے بھی رونے لگے کہ جس امت کے لوگوں کو ایمان ویقین کی دولت، اسلام کی ہدایت اور میری تربیت نے ضبط نفس، ایثار واستغنا، دیانت وامانت، عزت وخودداری، پاکدامنی وپرہیزگاری کے معیار پر نہ صرف پورا اتارا بلکہ انہیں ان اخلاق حمیدہ اور عادات شریفہ کا معیار وپیمانہ بنادیا، ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب اس امت کے لوگ شیطان کے مکروفریب میں پھنس کر اور نفس کے غلام بن کر حرص وہوس کا پتلا، بددیانتی وبدکرداری کے پیر بن جائیں گے، چنانچہ آپ نے منبر رشد وہدایت سے یہ ارشاد فرمایا کہ مومن بندے ان ساری شیطانی بیماریوں سے عافیت مانگیں تاکہ اللہ تعالیٰ برائیوں سے محفوظ رکھیں۔

ہمارا یہ دور جمہوری سیاست کا دور ہے جو آزادی کا دور کہلاتا ہے، جس میں ایک سیاسی پارٹی دوسری پارٹی کے بارے میں سب کچھ کہنے اور بولنے میں آزاد ہوتی ہے، ہر پارٹی کے نمائندے الیکشن جیتنے کے لئے دوسری پارٹی کے نمائندوں پر طرح طرح کے الزام ایجاد کرسکتے ہیں، اور بڑے بڑے سیاسی جلسوں میں نہایت بے باکی کے ساتھ اس کو بیان کرسکتے ہیں، موجودہ سیاست کا میدان وہ دنیا ہے جہاں مکروفریب اور چارسو بیسی ہی کا سکہ رائج الوقت بن چکا ہے، جس کا مظاہرہ ہر وقت ہوتا رہتا ہے، افسوس کی بات ہے کہ شیطان نے اب اسی ہتھیار کو ہمارے دینی حلقوں میں آزمانا شروع کردیا ہے کہ وہاں بھی جاہ وشہرت کی طلب، لوگوں میں اپنی مقبولیت بڑھانے اور حلقہ وسیع کرنے کی ہوس نے وہ سب کچھ کرانا شروع کردیا ہے جو کسی سیاسی پلیٹ فارم پر ہوتا ہے، جماعتی وطبقاتی عصبیت اور کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنے کے شوق نے وہ سب کچھ کرانا شروع کردیا ہے جو سیاسی بازی گر کرتے ہیں۔

یہاں آکے رو دیتا ہے ابر نیساں

ایسے میں ایک کوتاہ قلم کیا پیام دے سکتا ہے، اقبالؒ مرحوم کے چند اشعار کا سہارا لے کر زبان بے زبانی اتنا ہی عرض کرسکتا ہے کہ۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

☆☆☆☆☆

نصاب تعلیم

دینی مدارس اور عصری درسگاہوں کے نصاب تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت

از.....حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

دنیا کے مشرقی علاقوں میں جہاں خاص طور پر مسلمانوں کی بڑی آبادیاں اور حکومتیں رہی ہیں، گذشتہ دو تین صدیوں کے مغرب کے استعماری غلبہ واقتدار نے مسلمانوں کو سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں جو نقصان پہونچایا اس کی تلخی اور اس سے جو نقصان ان کے سیاسی اور اقتصادی میدان میں ہوا، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، لیکن اس غلبہ واقتدار کے ذریعہ مسلمانوں کے مذہبی عقیدہ اور ان کے صالح فکر ورجحان کو مغرب کے استعماری غلبہ نے جو نقصان پہونچایا وہ دیگر نقصانات سے کم نہیں ہے، مسلمانوں کا تعلیمی نظام جو ان کے مذہبی اور ثقافتی قدروں کو تقویت پہونچاتا تھا، اس کو مغربی اقتدار نے اس کے بالمقابل اپنی مصلحتوں اور مغربی قدروں پر مشتمل تعلیمی نظام کے ذریعہ مغلوب کرنے کی پوری کوشش کی، اور اپنے مغربی تعلیمی نظام سے ایسے افراد تیار کرنے شروع کئے جو مسلمانوں کے ملی رجحانات اور مذہبی تعلیمات کے برخلاف مغربی رجحانات اور تصورات کے حامی بلکہ وکیل ہوں، مغرب کے یہ رجحانات اور تصورات زندگی، آخرت کے عقیدہ اور تصور کو بالکلیہ نظر انداز کردینے اور زندگی کا سارا نفع وضرر صرف اسی دنیا کی زندگی میں محدود رکھنے کا حامل بنتے ہیں، حالانکہ ہمارا اسلامی تصور زندگی صرف اس دنیا کے نفع وضرر پر منحصر نہیں، وہ آخرت کے عقیدہ اور زندگی کے اعمال میں آخرت کی خیر وعافیت طلب کرنے کا بھی حامل ہے، وہ دنیا کئے جانے والے اعمال پر محاسبہ کئے جانے اور اس محاسبہ کے لئے ضروری فکرمندی اور احتیاط کے اختیار کرنے کی ضرورت کا حامل ہے، اس طرح دونوں تصور یعنی زندگی کا مغربی تصور اور اس کے مقابلہ میں اسلامی تصور ایک دوسرے کے برخلاف ہوجاتے ہیں، زندگی کے یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف تصور ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، مغربی تصور صرف دنیاوی نفع وضرر پر مشتمل ہے، جو کہ صرف ایک طرفہ ہے، لیکن اسلام جو تصور دیتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں کو جمع کرنے کا تصور ہے، اس میں آخرت کی فکر کو زیادہ اہمیت حاصل ہے، کیونکہ آخرت کی زندگی انتہائی طویل بلکہ نہ ختم ہونے والی ہے، اس کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کم مدت کی ہے، اسلام نے اس کی درستگی اور اس کے فائدہ کے لئے بھی فکرنے کی اجازت دی ہے، بلکہ آخرت کی فکر کے ساتھ ساتھ دنیا کی فکر کو بھی حسب ضرورت اور فطرت کے جائز تقاضوں کے تحت ضروری قرار دیا ہے۔

مغربی استعمار کے عقلاء نے جو نظام تعلیم ہر جگہ عائد کیا ہے، وہ اس کے یک طرفہ صرف دنیاوی تصور کا حامل ہے، یہ نصاب جب جاری ہوا تو اس نے ایک صدی کے عرصہ میں مسلمانوں کی نئی نسل کو بہت متاثر کیا، اور ان کے ذہنوں کی تشکیل خاصی حد تک اپنے فکر ورجحان کے مطابق انجام دی، اور چونکہ عوام الناس اپنے سطحی ذہن کے سبب دنیاوی کامیابی کو صرف حکومت کے سرپرستی والے نظام ہی میں منحصر سمجھتے ہیں، اس لئے ملک کے عامۃ الناس اور ایسے دانشور جن کے ذہن میں آخرت کا تصور مضبوط نہیں ہے صرف اسی کی طرف ہوئے، اور اس میں دینی لحاظ سے کچھ جو منفی اثرات ہوتے ہیں مسلمانوں کی مذہبی تعلیمات اور عقائد واقدار کو جو نقصان پہونچتا ہے اس کو دھیان میں نہیں لاتے۔

رائج تعلیمی نظام کا یہی وہ پہلو ہے جس کو دھیان میں رکھتے ہوئے غیرت اسلامی کے حامل مسلمانوں نے مذہبی تعلیمات کے لئے ایک خطرہ محسوس کیا، اور اسی کے تدارک کے لئے اس سے علیحدہ اور اسلام کے دینی تقاضہ کے لحاظ اپنا مخصوص نظام تعلیم جاری کیا، اور اس کے ذریعہ دینی خطرہ کے تدارک کی کوشش کی، اور اپنے مخصوص مدرسے قائم کئے، جن میں اسلامی تعلیمات کے بنیادی مضامین مؤثر اور تفصیلی انداز میں رکھے، تاکہ ان کے ذریعہ ایسے افراد تیار ہوں کیں جو مغرب کے مادی اور استعماری فکر کے اثرات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت حاصل کرسکیں، اور امت اسلامیہ کے دینی تشخص اور زندگی کے صالح تصور کو جس حد تک ہوسکے بچانے کا کام کرسکیں، اور اس سے ایسے علماء تیار ہوں جو حالات اور زمانہ کے بدلتے ہوئے انداز کو سامنے رکھتے ہوئے امت مسلمہ کی مذہبی خصوصیت کی بقا کے لئے ضروری اور مناسب حد تک جدوجہد کریں، تاکہ مسلم عوام اسلام کی تعلیمات سے محروم نہ ہوں، بلکہ ان کو ایسی رہنمائی ملے جس سے وہ زبدگی کو اسلامی اقدار کے مطابق استوار کرسکیں، چنانچہ ملک کے علماء دین نے ایسے دینی مدارس قائم کئے جو مادی وسائل کی سخت کمی کے باوجود اہل اسلام کو ان کے دینی تقاضہ سے واقف کراتے اور علوم دینیہ اور اس کی ضرورت کے مطابق ان مدارس کو چلاتے رہے، مسلمانوں کا مذہب سے جو تعلق ہے اس کی بنا پر عوام کی طرف سے علماء کی کوششوں کو عام طور سے سراہا گیا، اور پسند کیا گیا، اور ان کے برعکس مغربی نظام کے پروردہ لوگوں نے علماء سے اور ان کے تعلیمی نظام سے اختلاف کیا، اور اس کو غیر ضروری کام قرار دیا۔

بہرحال ایک طرف مغربی نظام تعلیم نے دین

سے بے توجہی اور زندگی کی آزادی کا ذہن بنایا، دوسری طرف اس کے مقابلہ میں علمائے دین سے جو ہوسکا وہ انہوں نے اپنے دینی مدرسوں کے ذریعہ انجام دیا، جس کو مغربی نظام تعلیم کے پروردہ حضرات فرسودہ نظام تعلیم ہونے کا طعنہ دیتے رہے، اور زندگی کی دنیاوی ترقی اور بہتری کے عنوان سے اپنے مغربی نظام تعلیم کی برتری ثابت کرتے رہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ مغربی فکر کے حامل نظام تعلیم نے دینی تعلیمات اور اقدار کے لئے جو خطرہ پیدا کیا اس کے مقابلہ کے لئے مذہبی علوم میں پختگی اور وسعت رکھنے والوں کی ایک تعداد کا ہونا ضروری تھا، جو مسلمانوں کے عقیدہ و مذہب اور اس پر آنے والے خطرہ کا مقابلہ کرسکیں، اس کام کے لئے اسی کے مطابق علوم میں مہارت کے لئے ان کو بھی یکسوئی کے ساتھ حاصل کرنا ضروری تھا، اس لئے اس کے حاصل کرنے والوں کو اس کے ساتھ بھی اپنے کو مخصوص کرنا پڑا، اسلامی تعلیمات کے بقا کے لئے ہمارے یہ دینی مدارس ایک ضروری تعداد میں قائم کئے جانا لازمی تھے، البتہ اجتماعی زندگی کے جائز تقاضوں کے تعلق سے جو دیگر موضوعات ہیں جن میں زندگی کی دنیاوی ضروریات و مسائل مثلاً تاریخ، جغرافیہ، ریاضی اور لسانیات اور زندگی کے نظم و انتظام کے معاملات تو ہمارے دینی مدارس نے ان کو بالکلیہ نظر انداز نہیں کیا، بلکہ ان سے بھی بقدر ضرورت واقفیت پیدا کرنے کے لئے مذہبی علوم کی تعلیم کے ساتھ اضافی طور پر ذرائع کی حیثیت سے داخل نصاب کیا، انہیں اپنے نصاب میں ان کے لئے جو جگہ نکالی جاسکتی ہے اس کو بھی نکالنے کی کوشش کی ہے، لیکن یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ ہمارے دینی مدارس کا جو دینی نصاب ہے وہ اتنی مقدار میں ہے کہ اس کے ساتھ ہر طرح کے علوم زیادہ مقدار میں شامل نہیں کئے جاسکتے، لیکن ان میں سے جو واقعی ضروری ہیں ان کا انتخاب ان کی ضروری مقدار میں داخل کرنے کی فکر کی گئی، البتہ ان کا انتخاب ہمارے ان علماء ہی کے کرنے کا ہے جو اپنے وسیع دینی علوم کے ساتھ وقت اور زندگی کی لازمی ضرورت کے علوم سے واقفیت رکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ندوۃ العلماء کی انجمن نے جو آج سے سوا سو سال پہلے قائم کی گئی تھی قدم اٹھایا تھا، اس کی طرف سے اولاً اس بات کی دعوت دی گئی تھی کہ علوم دینیہ کی اقسام اور مقدار نصاب کم کئے بغیر وقت اور تقاضائے حیات سے تعلق رکھنے والے مضامین کو بھی نصاب میں جگہ دی جائے، پھر دار العلوم قائم کرکے اس کا تجربہ شروع کیا تھا، جس کو شروع میں ہمارے مذہبی تعلیم کے دیگر مدارس اختیار کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہوئے عمل میں نہیں لائے، اس کی وجہ سے بڑی حد تک ملک میں قائم نظام تعلیم دو علیحدہ علیحدہ شعبوں میں منقسم رہتے ہوئے چلتا رہا، ایک خالص دینی دوسرا خالص دنیاوی، اس کی وجہ سے امت کے تعلیم یافتہ حضرات دو علیحدہ علیحدہ راستوں میں چلتے رہے اور ایک دوسرے سے بعد رکھتے رہے، لیکن اب کچھ عرصہ اکثر دینی مدارس تعلیم کے دونوں پہلوؤں کو جمع کرنے کی کرنے لگے ہیں، اور یہ ماننے لگے ہیں کہ مختلف الجہت طبقوں کے درمیان تعاون اور قربت کی ضرورت ہے، اور یہ ضرورت ہمارے دینی مدارس کے ذریعہ پوری ہوسکتی ہے، اس کے لئے ہمارے ان مدارس اور عصری تعلیم کی درسگاہوں دونوں کو اپنا طریقہ فکر بدلنا ہوگا، محض مدارس دینیہ میں عیب نکالنا اور ان کو تبدیلی کا مشورہ دینا اور اپنے نظام کی کمزوریوں کو نظر انداز کرنا صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا، مسلمانوں کی عصری درسگاہوں کو بھی اسلامی تعلیمات سے وابستہ رکھنے کے لئے دین کے ضروری مضامین کو اپنے نظام تعلیم میں شامل کرنا ہوگا، تاکہ ان درسگاہوں سے تعلیم حاصل کرنے والے بھی اسلام کے عقیدہ و خیال سے وابستہ رہیں، اور مغربی فکر و خیال میں گم ہوکر یہ کہ "درکان نمک نمک شد" نہ ہوجائیں، اسی کے ساتھ یہ ضرورت بھی ہے کہ ہمارے دینی مدارس اپنے نصاب میں سماجی اور بشری ضرورتوں سے واقف کرانے والے مضامین بھی شامل کریں، نیز ذرائع کی حد تک تعلیم کے نظم و انتظام کے جدید تجربوں سے حاصل طریقوں سے بھی فائدہ اٹھائیں، کہ "الحکمة ضالة المؤمن فأين وجدها فهو أحق بها"۔

لیکن یہ اس طرح ہو کہ ہمارے دینی مدارس میں پڑھائے جانے والے مذہبی علوم میں وسعت و پختگی میں کمی نہ آئے، تاکہ دینی اور اخلاقی ضرورتوں کے لئے امت کو برابر اچھے رہبر ملتے رہیں، بہر حال نصاب میں تغیر کی دعوت کے تعلق سے دونوں باتوں کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، بلکہ شائد یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہمارے دینی مدارس کو اپنے نصاب تعلیم میں جدید مضامین داخل کرنے کی دعوت اتنی ضروری نہیں جتنی کہ جدید تعلیمی نظام میں اسلامی تعلیمات کو داخل کرنے کی ضرورت ہے۔

انسانوں کی ذہنی اور عملی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں تعلیم کا عمل اہم نتائج پیدا کرتا ہے، اور تعلیم کا عمل اساتذہ، منتظمین اور علماء کی کارکردگی کے علاوہ اس عمل کے لئے نصاب و نظام کی حسب تقاضائے ضرورت تشکیل دینا بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ قوم و ملت، مقصد حیات اور مستقبل کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر تیار کیا جاتا ہے، چنانچہ اس کو ملت کی ضرورتوں اور اس کی مذہبی اور ثقافتی قدروں کے مطابق ہونا چاہیے، تاکہ اس کے سانچے میں جو افراد ڈھالے جائیں وہ قوم کی ضرورتوں اور تمناؤں کے مطابق ہوں، مذہب و ملت کی اساسی ضرورت کی پابندی کے ساتھ ساتھ نظام و نصاب تعلیم جامد صورت کا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں بدلتے حالات کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے، اور اس میں دوسروں کے تجربات سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے، لیکن یہ تغیر و استفادہ ملت کے عقیدہ و مفاد اور اس کے ثقافتی اور مذہبی تشخص کو قائم رکھتے ہوئے ہوتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

رسالت کا پیغام اور دنیا کو اس کی ضرورت

از ..... بلال عبدالحی حسنی ندوی

جن کے سامنے دنیا کی تاریخ ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ دنیا ایک جیسی کبھی نہیں رہی، اس میں ہزاروں انقلابات آئے، نشیب و فراز ہوئے، انسانیت کبھی اپنے عروج کو پہونچی اور کبھی درندگی نے سارے حدود پار کرلئے، تاریخ عالم کے صفحات جس طرح عدل و انصاف کے حیرت انگیز واقعات سے روشن ہیں اسی طرح ظلم و استبداد کی کہانیوں سے شرمسار بھی، یہ سب کچھ ہوا اور قیامت تک ہوتا رہے گا، انصاف و ظلم اور حق و باطل کی جنگ ہمیشہ سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی، یہ جنگ اندر بھی جاری ہے اور باہر بھی اور اگر اسباب در اسباب حقیقت تک رسائی حاصل کرلی جائے تو اندازہ یہ ہوتا ہے کہ باہر کے یہ سارے معرکے اندر کی کشمکش کا نتیجہ ہیں، مسئلہ صرف ان معرکوں کا نہیں ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ حق و انصاف کا بول بالا کیسے ہو، بھٹکے ہوئے انسانوں کو انسانیت کے راستہ پر کیسے لایا جائے، اسکے لئے اگر رہنمائی مل سکتی ہے تو صرف اور صرف آسمانی ہدایات میں۔

حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتارے گئے، اور اس ہدایت کے ساتھ اتارے گئے کہ اس زمین پر جس کو اللہ نے بنو آدم کے لئے سنوارا آدم کی اولاد اس میں بگاڑ نہ پیدا کرے، ظلم و ناانصافی نہ کرے، اور ان ہی آسمانی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارے جو حضرت آدم لے کر آئے۔

پھر جب جب انسان نے وہ آسمانی ہدایات فراموش کیں تو اللہ تعالیٰ نے انہی انسانوں میں سے اپنے برگزیدہ بندوں کا انتخاب کیا، اعلیٰ انسانی اخلاق کا ان کو نمونہ بنا کر ان پر وحی بھیجی اور گم کردہ راہ انسانیت کو ان کے ذریعہ سے ہدایت بخشی، سینکڑوں ہزاروں سال یہی سلسلہ چلتا رہا، لیکن جب ظلم و استبداد نے سارے حدود پار کرلئے، ساسانی اور بازنطینی سلطنتوں میں انسانوں کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جانے لگا، جس کی آخری ظالمانہ شکل مورخین نے یہ لکھی ہے کہ بڑی دعوتوں میں راتوں کو روشنی کرنے کی ایک گھناؤنی شکل یہ بھی اختیار کی جاتی تھی کہ کسی غلام کو باندھ کر اس کے کپڑوں میں آگ لگا دی جاتی اور اسی کی روشنی میں لوگ کھانا کھاتے تھے، پھر سنگ دلی کی انتہا یہ تھی کہ جب وہ غلام دم توڑنے لگتا تو لوگ اس کی جانکنی سے لطف اندوز ہونے کے لئے اس پر ٹوٹے پڑتے تھے، جو اس درجہ اپنے نفس اور اپنی عادتوں کے غلام بن چکے تھے کہ مرجانا منظور تھا لیکن مٹی کے برتن میں پانی پینا گوارہ نہ تھا، عربوں میں بعض بڑی خوبیاں تھیں، لیکن ان کی بھی شقاوت کا اندازہ صرف اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ایک صحابی اچانک بیٹھے بیٹھے بے ہوش سے ہونے لگے، ہوش آنے پر لوگوں نے سبب پوچھا تو انہوں نے اسلام سے پہلے کا اپنا واقعہ رو رو کر سنایا۔ "میرے گھر میں بیٹی کی ولادت ہوئی جو میرے لئے کسی تازیانہ سے کم نہ تھا، کسی وجہ سے میں نے اس کو گوارا کرلیا دو تین سال میں وہ مجھ سے مانوس ہوئی، مگر شیطان نے اپنا کام کیا ایک روز میں چپکے سے اس کو لے کر گیا تاکہ چھٹی حاصل کرلوں، میں نے گڑھا کھودا اس کو گڑھے میں کھڑا کیا مٹی ڈالنی شروع کی، وہ معصوم اس کو کھیل سمجھ کر ہنستی کھیلتی رہی، لیکن جب گڑھا پٹنے لگا تو اس کو تکلیف شروع ہوئی بے چاری رو رو کر فریاد کرنے لگی، مگر میں پرواہ کئے بغیر اس پر مٹی ڈالتا رہا آج بھی جب مجھے اس کو خیال آجاتا ہے تو مجھ پر غشی طاری ہونے لگتی ہے"۔

اس تیرہ و تار ماحول میں ختم نبوت کا آفتاب فاران کی چوٹیوں سے بلند ہوا، جن کے دلوں میں روشنی تھی ان کی آنکھیں کھل گئیں اور جو تاریکی کے خوگر ہوچکے تھے ان کی آنکھیں چوندھیانے لگیں، انہوں نے آفتاب کی روشنی کو گل کرنا چاہا اور جب یہ نہ کرسکے تو اپنے آپ کو تاریکیوں میں چھپانے لگے، اپنی عورتوں اور بچوں کو اس روشنی سے بچنے کی تلقین کرتے، مگر جس پر بھی نبوت کا نور پڑ گیا وہ روشن ہوگیا۔

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ تک حضرات انبیاء علیہم السلام آتے رہے، اور اپنے اپنے زمانوں میں نور کی قندیلیں روشن کرتے رہے، لیکن مرور زمانہ سے وہ روشنیاں اتنا مدھم پڑ گئیں کہ راستے اوجھل ہوگئے، قومیں گرتی پڑتی سفر کرتی رہیں، جدھر جس کا رخ ہوگیا وہ بڑھتا گیا، منزل سے دور ہوتا گیا، لیکن اپنے راہ و رسم میں ایسا مست ہوا کہ طلوع آفتاب کے بعد بھی شاہراہ اسلام اس کی نگاہوں سے اوجھل رہی اور کسی نے ہاتھ پکڑ کر بھی راستہ بتانا چاہا تو اس نے ہاتھ جھٹک دیا، ہاں ان میں بہت باشعور بھی تھے جن کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا، انہوں نے راہ بر کو میسر جانا اور اپنی منزل کی طرف

لوٹ آئے۔

آج دنیا کی قوموں کا حال ان بدمست قافلوں کا ہے جس کو نہ راستے کا پتہ نہ منزل کا، لیکن وہ جہل مرکب کا شکار ہیں، ان کو اپنے علم اور دانائی پر ناز ہے، حقیقی منزل سے بے خبر ہوتے ہوئے اپنے آپ کو دنیا کا استاد مانتے ہیں۔

کسی بڑے فلاسفر کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ روح کے بارے میں تحقیق پیش کرے، بیچارہ بیس سال سر کھپاتا رہا، اربوں ڈالر خرچ کردئے گئے نتیجہ صفر تھا، لیکن اپنے جہل پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نے یہ تحقیق پیش کردی کہ روح نکل کر ایک خاص سیارہ میں چلی جاتی ہے، اس بے چارہ سے کوئی پوچھے کہ وہ سیارہ کہاں ہے، روح وہاں جاکر کیا کرتی ہے، اور یہ روح نکلتی کیوں ہے اور اس کا کوئی وقت متعین کیوں نہیں، اور سارے سوالات کے بعد اس کی عقل حیران ہے۔

جواب اگر ہے تو احساس جہل میں ہے، اس کی کنجی تو حضرات انبیاء کے پاس ہے، ان جہالتوں کے تالے تو نبی آخرالزماں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولے ہیں، جب تک ان کے نقش پا کو خزانہ علوم نہ سمجھا جائے گا اس وقت تک یہ دنیا انہیں تاریکیوں میں بھٹکتی اور بھٹکاتی رہے گی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جو سورہا ہو اس کو جگا دیا جائے لیکن جو سوتا بنا ہو اس کو کون بیدار کرسکتا ہے۔

ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و بعثت پر ایسا ہی یقین رکھتے ہیں جس طرح وہ اپنی اولاد کے بارے میں جانتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ، لیکن وہ بینا ہو کر بھی نابینا ہیں اور پھر طرہ یہ کہ پوری دنیا کو اندھا کردینا ان کا مشن ہے، پوری دنیا کے حق میں یہ وہ خونخوار بھیڑیئے ہیں کہ اگر دنیا نے ان سے حفاظت کا سامان نہ کیا تو وہ اسی طرح گلۂ انسانی کو برباد کرکے رکھ دیں گے جیسے خونخوار بھیڑیا بھیڑوں اور بکریوں کے گلہ کو کرتا ہے۔

ایسی خطرناک صورت حال میں بڑی بیدار مغزی کی ضرورت ہے، بھیڑیئے چند ہی ہوتے ہیں، امت اسلامیہ ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کو ان سے خبردار کرنے کی ضرورت ہے، اور یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ جس طرح ساڑھے چودہ سو سال پہلے انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل مراد تک پہونچایا تھا، آج بھی وہی ہدایات آسمانی جس کا سرچشمہ صرف اور صرف ذات نبوی تھی وہی ہدایات اور اسی ذات کی دی ہوئی تعلیمات اور بتائے ہوئے راستہ میں نجات منحصر ہے، انسان اپنے لئے اگر نمونہ تلاش کرتا ہے تو انسانوں ہی میں کرتا ہے، فرشتے جو کرسکتے ہیں وہ انسان نہیں کرسکتا، فطرت انسانی کے سانچے میں ڈھل کر ہی انسان انسان بنتا ہے، اس فطرت انسانی کا اعلیٰ ترین مظہر ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جن کو اس اٹھان پر خود خدا نے اٹھایا ہے، ارشاد نبوی ہے "ادبنی ربی فاحسن تادیبی وعلمنی فاحسن تعلیمی" میرے رب نے مجھے آداب سکھائے اور خوب سکھائے، تعلیم دی اور خوب دی، صاف اعلان کردیا گیا، لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے اور یہ خصوصیت خود ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے کہ اس امت نے اپنے نبی کے بارے میں نہ افراط سے کام لیا نہ تفریط سے، نہ محبت میں کمی کی، اور نہ ہی خدا کا بیٹا بنادیا، جیسا کہ دوسری قوموں نے کیا، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بتایا اور یہودیوں نے اپنے ایک نبی پر (جو خود ان کے مورث اعلیٰ بھی ہیں) الزام تراشیاں کی جو انکی مذہبی کتابوں میں موجود ہیں، امت محمدی اس افراط وتفریط سے محفوظ رہی۔

یہی توازن اطاعت کا معیار اور محبت کی جان ہے، جو بھی اس حقیقت سے بے بہرہ ہوا وہ بھٹکا اور بھٹکتا چلا گیا، اور غیروں کے راستہ پر پڑ گیا۔

آج رسالت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے بارے میں یہ دو باتیں بڑی اہم ہیں، ایک اس میں توازن قائم رکھنا، خود فرمان نبوی ہے "لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسی بن مریم الخ" میرے بارے میں ایسا غلو نہ کرنا جو نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا، میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں تو تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی سمجھنا"

اسکے ساتھ امت کی یہ بھی ذمہ داری ہے اور یہ اسکے ایمان کا حصہ ہے کہ محبت وفدائیت اس کا شعار رہے، اپنی جان وتن قربان کرنے کا جذبہ بیدار رہے، اور ہر ہر اہانتی آپ کے ناموس کے لئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات کی حفاظت کے لئے مضطرب اور بے قرار رہے، یہی اس امت کی پہچان ہے اور وحدت امت کی بقا کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

مغربی قوموں نے یہ حقیقت سمجھ لی ہے، اسی لئے آج ان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ نبی سے اس امت کے تعلق کو کمزور کیا جائے، بہت سے خالص مغرب زدہ نام نہاد مسلمان آکۂ کار بن چکے ہیں، لیکن۔

ہوشیار اے ملت بیضائے ما!

☆☆☆☆☆

فکر بوالحسن

دوسری قسط

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا علمی ودعوتی کام

ایک نظر میں

از ..... محمد موسیٰ بھٹو، پاکستان

تسلسل کے لیے دیکھئے شمارہ ۱۰ مارچ ۲۰۰۷ء

موجودہ مسلم امت کے زوال وپستی اور غلامی کا بنیادی سبب یہی ہے کہ اس نے اپنے فریضہ کی ادائیگی سے اعراض کیا ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا نے فتح وکامرانی کے اللہ کے دو نظاموں کے عنوان سے بہت عمدہ بحث کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حق وصداقت اور خیر کی سربلندی کا کام کرنے والی جماعت اللہ کی اپنی جماعت ہوتی ہے، ان کیساتھ فتح وکامرانی کا مادی قوت وبرتری والا قانون لاگو نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنے اخلاص، بے نفسی، للّٰہیت، اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے فداکاری اور بے پناہ اضطراب اور حق وصداقت کے لیے اپنی تڑپ اور اس راہ میں موجود اپنی ساری پونجی صرف کرنے کے جذبہ سے سرشار ہونے کی وجہ سے مادی قانون سے ماوراء نصرت الٰہی کے دوسرے قانون کی مصداق ہوجاتی ہے، اس لیے اس طرح کی جماعت کی کامیابی کا پیمانہ دنیا پرست جماعتوں کے پیمانوں سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے، دنیا پرست جماعتوں کو اپنی کامیابی کے لیے تو اسلحہ کے انبار، فوجی ساز وسامان، تنظیم وتدابیر پر ہی انحصار کرنا پڑتا ہے، جب کہ صبغۃ اللہ کی حامل جماعت محدود وسائل کے باوجود باطل کی طاقتور جماعتوں پر غالب آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا فرماتے ہیں:

"اس کائنات میں دو نظام کارفرما ہیں، پہلا طبعی نظام، جسے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے لیے منتخب کیا ہے، اور اسے پوری کائنات کے لیے دستور بنایا ہے، اس نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کثرت قلت پر، امارت افلاس پر، اسباب ووسائل کی قلت فراوانی اسباب پر اور قوت ضعف پر غالب رہتے ہیں، تنظیم، اتحاد، عزم، قوتِ ارادی، مستقل مزاجی، مستعدی یہ وہ صفات اور خصوصیات ہیں، جو ہمیشہ اپنی اضداد پر غالب رہتے ہیں، ہم سب اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس نظام کے تجربات سے گزرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء میں کچھ خاصیتیں رکھی ہیں، جو ماہ وسال کی گردش، زمانے کے الٹ پھیر اور صدیوں کی مدتِ دراز پر بھی ان سے جدا نہیں ہوتیں، آگ میں جلانے کی خاصیت رکھی گئی، لہٰذا آگ ہمیشہ جلاتی ہے، پانی میں اپنی خاصیت ہے، مٹی کے کچھ خواص ہیں، غرض تمام اشیاء میں مخصوص خواص ہیں، جو ان سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

طبعی نظام کا قانون ایک ایسا مصنفانہ قانون ہے کہ جو کسی کی رعایت نہیں کرتا، یہ طبعی قانون ایک انسان پر دوسرے انسان یا ایک گروہ پر دوسرے گروہ کو افضل نہیں ٹھہراتا، حتی کہ یہ قانون مومن وکافر، متقی وفاجر، نیک وبد، مصلح، اور مفسد تک میں امتیاز نہیں برتتا۔ آگ ہر اس شخص کو جلاتی ہے، جو اس کی طرف بڑھتا ہے، وہ نہ کسی مصلحت کی رعایت کرتی ہے، اور نہ انجام سے خائف ہوتی ہے، یہ وہ میزان عدل ہے، جو اشیاء کا صحیح صحیح ناپ تول کرتی ہے، نہ مداہنت برتتی ہے نہ رعایت، اور فرق وامتیاز سے ہمیشہ بالاتر رہتی ہے، یہ وہ قانون ہے، جس کا تجربہ انسان نے اپنے وجود سے آج تک ہزاروں سال کی طویل مدت میں کیا ہے، اس کے تجربات، واقعات اور مشاہدات کے تسلسل سے انسانیت کی تاریخ کے مختلف گوشے پُر ہیں، اور ان میں آپ کوئی استثناء نہیں پائیں گے"۔

اس مفہوم میں کہ آگ جلاتی ہے، پانی ڈبوتا ہے، زہر ہلاک کرتا ہے، تریاق زہر کے اثر کو زائل کرتا ہے، طبیب علاج کرتا ہے، مرض لاغر اور کمزور کرتا ہے، دوا صحت اور آرام بخشتی ہے، یہ تمام نتائج اور مقاصد قابل قدر اور عقل کے لیے قابل تسلیم ہیں، مگر ان کے علاوہ چند اور اعلیٰ مقام ہیں، جو ان سے زیادہ توجہ واہتمام کے مستحق ہیں۔ اور وہ ہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت، انسان کی ہدایت، مقصدِ تخلیق، انسانیت کی سعادت، عدل وانصاف، انصاف پرور، حقوق آشنا اور صالح زندگی اور ایک ایسے مثالی معاشرے کا قیام، جس میں خوفِ خدا ہو، انسانیت کا احترام ہو، حقوق کی ادائیگی اور امانت کی حفاظت ہو، جس میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی سہل تر راہ میسر ہو اور ان کے قویٰ اور صلاحیتوں کا نشوونما ایسے ماحول میں ہوسکے کہ ان کی رسائی اس مطلوب کمال

اوراعلیٰ مقصد تک بآسانی ہوجائے، جس کی خاطر اس کائنات کی تخلیق عمل میں آئی۔

یہی وہ نظام ہے، جس کے خاطر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، آسمانی کتابیں نازل فرمائیں، اسی نظام کے آگے طبعی قوانین سرنگوں ہوئے، اورانہیں اپنی خاصیتوں کو بدل دینا پڑا۔

جب دو مقاصد کا تصادم ہوتا ہے، فطری نظام اور شرعی نظام کا، جو عقل، دین اور اخلاق کا تابع ہوتا ہے، اور یہی کائنات کا مقصد وجود اور انسان کا مقصد تخلیق بھی ہے، تو پلڑا شرعی نظام کا بھاری ہوجاتا ہے، جب سیدنا حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ کی سنت آگ میں جاری تھی، طبعی عوامل کارفرما تھے، آگ ہزاروں سال سے جلا رہی تھی، انسانی تاریخ نے اپنی دیانت، دقتِ نظر، تحقیق وجستجو کے باوجود ایک واقعہ بھی ایسا محفوظ نہیں کیا کہ آگ نے اپنے فطری عمل سے کسی بادشاہ یا عالم کے احترام میں پس وپیش کیا ہو، کیونکہ اس کا کام تو جلانا ہی ہے، لیکن طبعی نظام کا تصادم یعنی آگ کا ٹکراؤ، اس شرعی نظام سے ہوا، جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس وسیع کائنات کی تخلیق کی ہے، جس میں آگ، پانی، اجرام فلکی، ہزاروں زمینی اشیاء اور مختلف غذائیں ہیں، اس سے جب آگ کی فطرت ہدایت کی فطرت سے متصادم ہوئی تو آگ کو حکم دیا گیا کہ وہ نہ جلائے، آگ سے جلانے کی وہ صلاحیت سلب کرلی گئی، جو ابتدائے آفرینش سے اس میں موجود تھی۔ (عالم عربی کا المیہ۔ صفحہ ۶۲، ۶۳)

''اللہ تعالیٰ نے اخلاق وصفات میں بھی چند خاصیتیں رکھی ہیں، اسی طرح قوی، توانا اور مؤثر جس طرح مادی اشیاء میں رکھی گئیں۔

سچ کی خصوصیت ہے، اوراس کا اپنا ایک قانون ہے، امانت، خوفِ خدا، غرض ان سب کا اپنا ایک نظام ہے، اعلیٰ صفات، احترام انسانیت، عدل، مساوات، رواداری، مروت، احسان، ایثار، قربانی، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینا یہ وہ امتیازات، عادات اور اعمال ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑی توانائی، پُراسرار طاقت، قوتِ تسخیر، روحانیت، نصرت اور کامرانی عطا کی ہے، کیونکہ وہ بڑا قادر اور علیم ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا، انہیں رسالت سے سرفراز کیا اور کتابوں کو نازل فرمایا تو ان انبیاء نے عقائد اور ایمان کی دعوت دی، اچھے اخلاق سے مزین، اچھی صفات سے آراستہ ہونے کا پیام دیا، اللہ نے انسانوں سے یہ وعدہ کیا کہ عقائد واعمال اور اخلاق وصفات میں اصلاح کے ذریعہ دنیا میں کامیابی، غلبہ اور فتح کی میں ضمانت دیتا ہوں، تمہاری کامیابی اور قوت کا رمز یہی دعوت ہے، جو انبیاء لے کر آئے اور یہی تمہاری سپاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''یقیناً ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوکر رہے گا''۔ (صٰفّٰت: ۱۷۲-۱۷۳)

ترجمہ: ''یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ خدا کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے''۔ (مجادلہ: ۲۱) ایضاً

علمی تحریک کی ضرورت

جدید مغربی مفکروں کے تخلیق کردہ نظریات، تمدن اور صنعتی تہذیب کے پیدا کردہ مسائل نے امت کو جس چیلنج سے دوچار کیا ہے، اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مولانا علماء کرام کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلاتے ہوئے انہیں ایک نئی علمی تحریک برپا کرنے پر زور دیتے ہیں، ایسی علمی تحریک جس میں جدید نظریات کی کمزوریوں وکوتاہیوں کی بھرپور نشاندہی ہو، اسلام سے ان کے تجزیاتی مطالعہ کا انتظام واہتمام ہو، اسلام کی تعبیر وتشریح نئے علم کلام اور اسلوب بیان میں ہو اور قانونِ اسلامی کی تشکیل جدید کے سلسلہ میں اجتماعی اجتہاد کی صورت پیدا ہو۔

اس سارے کام میں اخذ مسائل کے سلسلہ میں جہاں قرآن وسنت کے نصوص کو بنیادی حیثیت حاصل ہو، وہاں ائمہ فقہاء کی تحقیقات سے بھی پورا استفادہ ہو، اس کے ساتھ ساتھ جدید مسائل سے گہری واقفیت کا انتظام ہو، یہ اسی وقت ممکن ہے جب دینی مدارس کے نصاب میں جدید مسائل ونظریات کے تجزیاتی مطالعہ کی دو چیزیں شامل ہوں، مسائل، نظریات اور جدید لٹریچر کا جزوی مطالعہ مسئلہ کا حل نہیں، بلکہ اس میں خطرات پوشیدہ ہیں کہ گہرائی وگیرائی سے تجزیہ نہ ہوسکے گا اور فہم مسائل کی صحیح صورت پیدا نہ ہوسکے گی۔

اس موضوع پر مولانا نے اپنی مختلف کتابوں میں بحث کی ہے ''مسلمان ممالک میں مغربیت اور اسلامیت کی کشمکش'' اور ''پاجا سراغ زندگی'' میں۔ یہاں اس سلسلہ میں مولانا کی ایک کتاب کے تفصیلی حوالہ پر اکتفار کیا جاتا ہے۔

(جاری)

رفتار کار

رپورٹ ناظم ندوۃ العلماء

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

پیش کردہ: جلسۂ مجلس انتظامیہ

مؤرخہ ۵ر ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۵ر مارچ ۲۰۰۷ء بروز اتوار

الحمد للہ رب العالمین ، و الصلاۃ و السلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد ، و علیٰ آلہ و صحبہ الغر المیامین ، و من تبعھم باحسان إلی یوم الدین ، و دعا بدعوتھم إلیٰ یوم الدین ، أما بعد :

حضرات ! ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ میں شرکت کے لیے آپ کی تشریف آوری کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہمارا یہ جلسہ یکم/اپریل ۲۰۰۶ء سے ۳۱ر مارچ ۲۰۰۷ء تک کی کارکردگی کا جائزہ لینے اور اگلے سال کے کاموں کے سلسلہ میں مشورہ کے لیے منعقد ہورہا ہے۔

حضرات ! ہمارا یہ سال جواب اختتام کی حد کو پہونچ رہا ہے، الحمد للہ ندوۃ العلماء کی مفوضہ ذمہ داریوں کو مناسب ڈھنگ سے انجام دینے کے ساتھ گذرا، اوراس کے مختلف شعبوں نے اپنی کارکردگی کو بہتر طریقے سے انجام دیا۔

حضرات ! ہماری دینی درسگاہوں کو ادھر کئی سال سے مغربی ذہن رکھنے والے حلقوں کے اثر سے اعتراضات بلکہ مخالفتوں کا جو سامنا کرنا پڑ رہا ہے، وہ ہماری دینی درسگاہوں کے متعلق خاص قسم کی غلط فہمیوں کا باعث بن رہا ہے، جس سے ہماری ان دینی درسگاہوں کی کارکردگی کے متاثر ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اس کے باوجود الحمد للہ ہماری یہ ایسی درسگاہیں ہیں جو اپنی مخلصانہ کارکردگی کو صرف یہی نہیں کہ قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ اس کو بہتر طریقے سے انجام دینے کے جو تقاضے سامنے آتے ہیں، اوراپنے نظام العمل میں جو مزید بہتری لانا ضروری سمجھتی ہیں وہ الحمد للہ انجام دے رہی ہیں۔

حضرات ! ندوۃ العلماء نے ایک صدی قبل سے جو طرح نظر اپنے پیش نظر رکھا ہے، اس کو انجام دینے کے لیے نصاب تعلیم پر برابر نظر ڈالی جاتی رہی ہے، اور مخلص اہل نظر حضرات سے اس سلسلہ میں مدد بھی ملتی رہی ہے۔ اور اس طرح ندوۃ العلماء اپنے تعلیمی ونظریاتی مقصد کے حصول کے معاملہ میں الحمد للہ آگے ہی بڑھ رہا ہے، چنانچہ اس کے نظام ونصاب سے فائدہ اٹھانے والوں میں ایک تعداد ایسے افراد کی پیدا ہوتی رہی جو علمی لحاظ سے باکمال اور زندگی کے چیلنجوں سے واقفیت، اور وقت اور ضرورت کے مطابق زبان پر قدرت کے حامل بنے، جس کے ذریعہ اسلامی فکر کی تقویت اور نصرت حق کا انہوں نے کام کیا، جس کی تصدیق و تعریف صرف اندرون ملک ہی میں نہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی کی گئی، اور ندوۃ العلماء کے طریقۂ کار کو ملک کے اندر اور بیرونی ملکوں میں سراہا گیا، اور اس کو اختیار کرنے کی طرف خاصا رجحان بڑھا، چنانچہ مختلف اطراف میں ایسی درسگاہیں قائم ہوئیں جنہوں نے ندوۃ العلماء کے طریقہ کو اختیار کیا۔ اس وقت ملک کے مختلف اطراف میں الحمد للہ دو سو کے قریب ایسی درسگاہیں قائم ہوچکی ہیں جو ندوۃ العلماء سے منسلک ہیں، اوراس کے طریقے کے مطابق عمل پیرا ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد پڑوسی ممالک میں بھی متعدد درسگاہیں اسی طریقے پر قائم ہوچکی ہیں۔

ندوۃ العلماء کے اول دور میں جو حضرات تیار ہوئے ان میں سے کئی نے قدیم وجدید کی جامعیت کے کمال وعلمی صلاحیت کار کا غیر معمولی طور پر ثبوت دیا، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اس کی معروف مثال ہے۔ ان کے علاوہ ان کے ہم عصروں میں مولانا عبدالباری ندویؒ اور دیگر حضرات نے عصر حاضر کے علمی وفکری تقاضوں کو سمجھتے ہوئے علم وادب ونصرت حق کا کام انجام دیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (رحمۃ اللہ علیہ) اوران کے رفقاء میں کئی نے ندوۃ العلماء کی جامعیت کے اصل تصور کو عملی جامہ پہنانے کی غیر معمولی مثال پیش کی۔ اوران کے بعد کی نسل میں بھی ندوۃ العلماء کے تخیل کے مطابق کارپرداز افراد پیدا ہوئے، جنہوں نے قدیم وجدید کو باہم رکھتے ہوئے مدرسے اور جامعات قائم کئے، اور تحقیق ومطالعہ وتصنیف کا کام اعلیٰ معیار کے مطابق انجام دیا، اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے، ان میں متعدد حضرات کی تصنیفات کے ترجمے غیر زبانوں میں بھی ہوئے، اور قدر دانی ہوئی۔ ان میں بعض علم حدیث کی غیر معمولی تحقیق وتعلیق واشاعت کا کام انجام دے رہے ہیں، جن کے کام کی قدر دانی عالم عربی میں بھی بہت کی جارہی ہے۔ بعض نے فقہ پر ایسا کام انجام دیا کہ ان کو فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اور متعدد ایسے فضلاء ندوہ ہیں کہ غیر ممالک میں بھی انہوں نے مدارس وادارے قائم کئے، اور ایسے کام انجام دے رہے ہیں کہ ان سے ندوہ کی شہرت وامتیازی حیثیت کا اعتراف کیا جارہا ہے۔

مثال کے طور پر جنوبی افریقہ، نیپال، بنگلہ دیش

ملیشیا اور تھائی لینڈ سے آکر یہاں تعلیم حاصل کرنے والے متعدد ایسے ہیں، جنہوں نے اپنے اپنے ملکوں میں ندوۃ العلماء کے تخیل کے مطابق تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں، اور ان کو کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ اور الحمد للہ ہر سال ممتاز صلاحیت کے کچھ طلباء دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فارغ ہو کر میدان عمل میں آرہے ہیں۔

ندوۃ العلماء نے پہلے روز سے ہی ایسے نصاب تعلیم کی دعوت دی جس میں علوم دینیہ کے حصے میں کمی کیے بغیر زندگی کے اجتماعی اور عملی پہلو سے تعلق رکھنے والے مضامین کا ضروری حصہ پڑھایا جائے، اور اس نے اپنے پرائمری اور ثانوی مرحلہ میں ان کو ضروری سطح کے دائرے میں جگہ بھی دے رکھی ہے، چنانچہ اس کے ابتدائی اور ثانوی درجات میں اسلامی مضامین کے ساتھ بنیادی سطح کے علوم اجتماعیہ کے مضامین اور معلومات سائنس کا بھی انتظام رکھا گیا ہے، البتہ عالی اور علیا درجات میں صرف ان ہی علوم میں خصوصیت وکمال پیدا کرنے کا نظم رکھا گیا ہے جو اعلیٰ صلاحیت کا عالم دین بننے کے لیے ضروری ہیں، تاکہ ملت اسلامیہ کو جن حالات سے سابقہ ہے ان سے واقفیت اور امت کو دین سے صحیح وابستگی کے لیے جس رہبری کی ضرورت ہے اس کو پورا کیا جاسکے۔ نیز ندوۃ العلماء کا مسلمانوں کے عصری مدارس کے ذمہ داروں سے یہ مطالبہ بھی ہے کہ وہ اپنے ابتدائی اور ثانوی درجات میں علوم اجتماعیہ اور سائنس کے مضامین کے ساتھ دینی واسلامی معلومات کے مضامین کو بقدر ضرورت شامل نصاب کریں جن سے ایک

مسلمان بچے کو عصری درسگاہوں کے نصاب کے سیکولر انداز فکر سے اس طرح نہ گذرنا پڑے کہ اس کے ذہن کو اپنے دین سے کسی طرح کی واقفیت نہ ہو سکے، سیکولر تعلیم کی مسلم درسگاہوں میں اگر ایسا انتظام نہیں کیا جاتا تو مسلمان بچہ بڑا ہو کر مسلمان عقیدہ و کردار سے محروم رہ سکتا ہے، جس کی مثالیں سامنے آتی رہتی ہیں۔ اس کوتاہی کی ذمہ داری سے اس کے والدین اور اس کی سیکولر درسگاہوں کے چلانے والے مسلمان بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

نیز وہ اپنے یہاں کے جاری کردہ نصاب میں علوم اجتماعیہ (سوشل سائنس) کا جو حصہ ہے، اس میں اپنے مرتب کرنے والوں کے اثر سے جو اسلام مخالف باتیں آگئی ہوں، ان کے بدلنے کی طرف بھی توجہ کریں، تاکہ ان کے اثر سے مسلم طلباء میں مخالف اسلام ذہن نہ بنے۔

حضرات! ندوۃ العلماء نے اپنے تعلیمی دائرے میں جو مقبولیت اور وسعت حاصل کی ہے وہ الحمد للہ باعث مسرت ہے، اس کی طرف سے چند چند سالوں کے فرق سے اپنے نصاب تعلیم پر نظر ڈالی جاتی رہتی ہے، اور جو تحسین قابل عمل ہوتی ہے اختیار کی جاتی ہے۔ سال رواں ثانوی درجات میں مدت تعلیم میں ایک سال کی توسیع کی ضرورت محسوس کی گئی، تاکہ اس کے مختلف النوع مضامین کو پیش آنے والی تنگی کو دور کیا جاسکے، نیز عالی درجات میں حدیث شریف کی کتب ستہ کی جو مقدار ہے اس میں علیا درجات کے نصاب میں سے عالمیت کے حدیث شریف کے نصاب کے لیے مزید مقدار لے کر اضافہ کر دیا گیا ہے، اس طرح عالمیت کو زیادہ بہتر بنایا اور حدیث شریف کو زیادہ وقت دیا گیا ہے۔

دارالعلوم میں تعلیم کے لیے آنے والے طلباء کی تعداد روز افزوں ہونے کی بنا پر دارالعلوم کی ابتدائی تعلیم کے حصہ کو شہر میں منتقل کر دینے اور ثانوی درجات کو سکروری بھیج دینے کے باوجود دارالعلوم کے احاطہ کے اندر تنہا عالمیت اور فضیلت کے درجات میں طلباء کی تعداد تین ہزار کے لگ بھگ ہو گئی ہے، جس کی وجہ سے درجات کے کمروں میں اضافہ کرنے کے لیے کتب خانہ کے جنوبی پہلو میں عمارت کی تعمیر کی جارہی ہے۔

اور طلبہ کے قیام کی تنگی کو کم کرنے کے لیے رواق سلیمانی ورواق شبلی کے درمیان ایک نئے رواق کی تعمیر کی جارہی ہے، یہ دونوں تعمیریں انشاء اللہ دو تین ماہ میں مکمل ہو جائیں گی، اور اس طرح ہمارے تین چار سو طلباء میں سے جن کو دارالاقاموں میں جگہ نہیں دی جاسکی، اور وہ شہر کے اندر مسجدوں اور دوسری جگہوں پر رہتے ہیں، ان کی ایک تعداد کو ہم انشاء اللہ دارالعلوم کے اندر نئے رواق میں جگہ دے سکیں گے۔ طلباء کے شہر میں رہنے سے ان کی تربیت بلکہ ان کی تعلیم کو درست طریقے سے منظم کرنا بہت دشوار ہوتا ہے، اور شہر کے اندر رہنے سے بہت سے شہری مفاسد سے ان کو سابقہ پڑتا ہے، ان سے بچانا بھی ایک ضروری ذمہ داری ہے، اور اس کے لیے دار الاقاموں میں وسعت کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جاتی رہی ہے، الحمد للہ اس سلسلہ میں نئی تعمیر سے اچھی پیش رفت ہوگی۔ یہ تعمیرات مجلس انتظامیہ کی اجازت سے ہی کی جارہی ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر بلکہ باعث مسرت ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء جس خطۂ زمین پر قائم ہے وہ لیز کی زمین ہے۔ ۹۰ سال کا پٹہ تھا، جو کئی سال قبل ختم ہو گیا تھا، اس کی وجہ سے بعض پیچیدگیوں کا خطرہ تھا، الحمد للہ لیز کی مقررہ رقم ادا کر کے لیز کی تجدید کے ذریعہ اس خطرہ کا ازالہ کر دیا گیا۔ اور اس سلسلہ میں حکومت کے ذمہ داروں نے تعاون کا رویہ اختیار کیا جس کی بنا پر سہولت ہوئی۔ اس طرح انشاء اللہ ندوۃ العلماء اپنے احاطۂ زمین کے سلسلہ میں جو دشواری پیش آنے والی تھی، اس سے محفوظ ہو جائے گا۔

دارالعلوم کے عربی درجات اور درجۂ حفظ و درجات ثانوی میں سال رواں جو تین ہزار طلباء ہیں، اور جو شہر کے اندر پرائمری درجات میں، یا شہر میں واقع کئی ملحقہ مدارس میں ہیں، ان سب کو ملا کر تنہا شہر لکھنؤ میں ندوۃ العلماء کے تعلیمی نظام میں پانچ ہزار سے زیادہ کی تعداد ہو جاتی ہے۔

ندوۃ العلماء نے ابتدائی تعلیم کے مرحلہ کو شہر

کے اندر مختلف محلوں میں پھیلایا ہے، اس طرح شہر کے مختلف حصوں میں (۱۲) مکاتب چلائے جارہے ہیں، جن میں (۵۷) اساتذہ کام کر رہے ہیں، اور امسال گیارہ سو بچے ان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان مکاتب کے اخراجات ڈیڑھ لاکھ روپے ماہانہ کا بار ندوۃ العلماء اٹھاتا ہے، اور ان مکاتب کی عمومی نگرانی ندوۃ العلماء کے ایک استاد کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

اور سال میں ایک مرتبہ وہاں کے اساتذہ کو جمع کر کے ان کے سامنے تدریس کے موضوع پر تقریریں ہوتی ہیں، چنانچہ اس سال بھی یہ جلسہ منعقد کیا گیا اور مفید رہا۔

ان کے علاوہ ثانوی تعلیم کے درجات، نیز مرحلۂ عالیہ کے اولین درجات پر مشتمل شہر و اطراف شہر میں چار مدرسے علیحدہ کام انجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا بار ندوۃ العلماء پر ہے۔ ان درجات سے اوپر کے درجات جو عالیہ و علیا کے درجات ہیں وہ ندوۃ العلماء کے مرکزی مقام پر ہی ہیں۔

دارالعلوم میں علیا اور تخصص کے مرحلۂ تعلیم میں قضاء وافتاء کی تربیت کے لیے "المعهد العالي للفقه و القضاء" اور دعوت وفکر اسلامی کی تربیت کے لیے "المعهد العالي للدعوة و الفكر الإسلامي" کئی سال سے کام انجام دے رہے ہیں، ان میں سے ہر ایک کا ایک سالہ نصاب رکھا گیا ہے، اور اس میں داخلہ طالب علموں کی صلاحیت کی جانچ کے بعد ہی دیا جاتا ہے اور ماہانہ وقیع وظیفہ دیا جاتا ہے۔

دارالعلوم کے علیا اور عالی درجات کے طلباء کے فائدہ کے لیے ہر سال کلیۃ الشریعہ اور کلیۃ اللغۃ دونوں میں ایک ایک مذاکرۂ علمی منعقد کیے جانے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے، جس میں ملک کی کسی اہم شخصیت کو بھی شرکت کی دعوت دی جاتی رہے گی۔

اس شعبہ کے علاوہ صحافت کے کام کی تربیت کا بھی انتظام ہے، اور تحقیق ومطالعہ کے لیے بھی علیحدہ شعبہ ہے۔ ان سب میں وظیفے کے ساتھ طلباء لیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ شعبۂ تعمیر وترقی میں میڈیا کا دفتر علیحدہ ہے، جو انٹرنیٹ وغیرہ پر مشتمل ہے۔

صحافت واشاعت کا شعبہ علیحدہ ہے جس سے عربی، اردو، انگریزی اور ہندی چاروں زبانوں میں رسالے اور نشرات شائع کیے جاتے ہیں، جو "تعمیر حیات"، "الرائد"، "البعث الإسلامي"، "دی فری گرینس آف ایسٹ" اور "سچا راہی" کے ناموں سے ہیں، اور الحمد للہ ان کی اشاعت اچھی خاصی ہے۔ ان کے ذریعہ اسلامی فکر کی ترویج اور ندوۃ العلماء کی کارکردگی کا تعارف انجام پاتا ہے۔

اس شعبہ کے علاوہ دعوت وارشاد کا شعبہ، اصلاح معاشرہ اور پیام انسانیت کے شعبے بھی اپنی اپنی جگہ کارکردگی انجام دے رہے ہیں، اور الحمد للہ ان سب کی کارکردگی اچھی اور قابل مسرت ہے۔

شعبۂ دار القضاء کی کارکردگی کی رپورٹ بتاتی ہے کہ دار القضاء میں اب تک (۵۴۶) مقدمات انجام پائے، سال رواں فیصل ہونے یا خارج ہونے والے مقدمات کی تعداد ۲۵ رہی، اور زیر کارروائی مقدمات ۱۹ کی تعداد میں ہیں۔

شعبۂ دار الافتاء میں اب تک اندراج ہونے والے استفتاؤں کی تعداد (۲۵۱۴۰) ہے۔ امسال (۱۳۹۰) استفتاء کا اندراج ہوا ہے۔ فتاوی کی ترتیب و حوالہ جات کا کام ایک استاد فقہ انجام دے رہے ہیں۔ ندوۃ العلماء نے اس شعبہ کی طرف سے ایک تربیتی ورکشاپ بھی طے کیا ہے، جو آئندہ کے مہینوں میں انجام پائے گا، اور اس میں ملک کے مستند فقہاء کو محاضرات کی دعوت دی جائے گی، اور آئندہ بھی اس طرح کا پروگرام رکھا جاتا رہے گا۔

ندوۃ العلماء کا شعبۂ دعوت وارشاد لکھنؤ کے اطراف اور قریبی مواضعات میں قادیانیت اور دوسری گمراہ کن کوششوں کو روکنے اور اصلاح وارشاد کے لیے اپنے وفود مختلف جگہوں پر بھیجتا ہے، جن کے ذریعہ حالات معلوم کر کے ان کی اصلاح کے لیے اساتذہ اور اسٹاف کے کچھ لوگوں کو بھیجتا ہے۔ الحمد للہ شعبہ کی ان کوششوں کے بڑے اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں اور گمراہ کن کوششوں کا سدباب بھی ہوتا ہے۔

اس کے لیے شعبہ کی طرف سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہال میں ایک سہ روزہ تربیتی اجتماع بھی رکھا گیا، جو آل انڈیا سطح پر کیا گیا، اس میں ملحقہ مدارس کے ذمہ داروں اور اساتذہ کو شرکت کی دعوت دی گئی، اور ان کے سامنے مسلمانوں کے معاشرہ میں اصلاح وارشاد کی ضرورت اور طریقۂ کار پر روشنی ڈالی گئی، اور اس میں ندوۃ العلماء کے اساتذہ اور شہر کے بعض ممتاز علماء کی تقریریں ہوئیں جن میں ضرورت اور طریقۂ کار پر روشنی ڈالی گئی، اور حاضرین کو بھی اپنے یہاں کے حالات بیان کرنے کا موقع دیا گیا، اس طرح کا اجتماع ہر سال منعقد کیا جاتا ہے، اس سے قبل دو اجتماع کیے جاچکے ہیں۔ شعبہ کی طرف سے مختلف معاملات کے سلسلہ میں لٹریچر بھی تیار کیا جاتا ہے، جو ضرورت کے مقامات پر بھیجا جاتا ہے۔

ندوۃ العلماء میں عام کتب خانہ کے علاوہ ہر بڑے دارالاقامہ میں مقامی طور پر بھی کتب خانے قائم ہیں، ان میں عام مطالعہ اور تحقیق علمی کی کتابیں رکھی گئی ہیں۔ ہر رواق کے کتب خانہ میں اس رواق کے طلباء ذوق وشوق سے مغرب سے دیر رات تک مطالعہ کرتے ہیں، ان میں سب سے اہم کتب خانہ رواق سلیمانی کا کتب خانہ ہے، جس میں اہم کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے، اور اس سے طلباء کو بہت نفع پہونچ رہا ہے۔ اس رواق کے علاوہ رواق شبلی، رواق اطہر اور رواق عبد الحی میں کتب خانے ہیں، اور یہ سب دار المطالعے کے نام سے موسوم ہیں۔

نیز کلیۃ الشریعہ کا علیحدہ اور کلیۃ اللغہ کا علیحدہ کتب خانہ ہے، اور طلبہ کی انجمن الاصلاح کا علیحدہ کتب خانہ و دار المطالعہ ہے۔ ان کے علاوہ ندوۃ العلماء کا مرکزی کتب خانہ جو کتب خانہ شبلی کے نام سے موسوم ہے، قدیمی و مرکزی کتب خانہ ہے، اس میں مختلف علوم وفنون اور مختلف زبانوں کی کتابیں ہیں اور جن کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہو چکی ہے، اور برابر ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ابھی حال میں سابق معتمد تعلیم مولانا عبد اللہ عباس صاحب ندوی کا ذخیرۂ کتب اس کتب خانہ میں منتقل ہوا جس کا ایک گوشہ قائم ہوا، اس میں (۱۷۹۵) کتابیں آئی ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سلطانپوری سابق استاد دار العلوم ندوۃ العلماء نے بھی اپنی کتابوں کا تحفہ دیا۔ اس کے علاوہ اور کئی اطراف سے کتابیں موصول ہوئیں۔ اور امارات عربیہ متحدہ دبئی کے مرکز جمعۃ الماجد نے تو کتابوں کے علاوہ تصویر کے لیے کیمرہ وغیرہ بھی مہیا کیا، وہاں ندوہ کے ایک فارغ التحصیل مولوی محمد ہاشم ندوی کے توسط سے یہ کام انجام پایا۔

ان مختلف صورتوں سے صرف امسال کتب خانۂ شبلی میں چھ ہزار آٹھ سو کتابوں کا اضافہ ہوا۔ یہ کتب خانہ دن کے تعلیمی اوقات کے علاوہ شام کو اور رات میں بعد عشاء تک کھلتا ہے، اور طلباء فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پیام انسانیت کے شعبہ نے بھی اچھا کام انجام دیا ہے۔

ندوۃ العلماء کے اپنے مختلف تعلیمی شعبوں کے علاوہ دیگر کئی ادارے ندوۃ العلماء سے علمی و ادبی وابستگی رکھتے ہوئے ندوۃ العلماء کے تعلق و تعاون سے ہی چل رہے ہیں، اور مؤثر کام انجام دے رہے ہیں، اور ان سے ندوۃ العلماء کے طلباء اور علمی و تحقیقی کام کرنے والے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام اور رابطہ ادب اسلامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جن کا اپنا اپنا کتب خانہ ہے، اور مفید علمی و ادبی کارکردگی ہے، اور ان کی کوششیں کتابوں کی صورت میں اچھی تعداد میں سامنے آچکی ہیں جو عہد جدید کے تقاضوں اور اسلامی فکر کے انطباق واشاعت کی خصوصیات کی حامل ہیں۔ ان کی علیحدہ سے تفصیل ہے، جس کا یہاں موقع نہیں، وہ خود ان کے تعارف ناموں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ رپورٹ طویل ہوجانے کی وجہ سے مذکورہ بالا صرف اسی قدر تفصیلات پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

حضرات! ندوۃ العلماء کے ان مذکورہ بالا کاموں کی انجام دہی ظاہر ہے کہ کسی ایک فرد کی کوشش کی بات نہیں، اس میں تمام ذمہ داروں کی طرف سے کی جانے والی توجہ وفکرمندی کو بہت دخل ہے، خاص طور پر نئے معتمد تعلیم صاحب اور محترم معتمد مال صاحب و ناظر عام صاحب، نیز مہتمم دار العلوم صاحب۔ ان کے علاوہ دیگر معاونین اور ذمہ داران دار العلوم ندوۃ العلماء کے آپسی تعاون و دلچسپی سے یہ کارواں الحمد للہ اپنے طے کردہ طریقہ پر چل رہا ہے۔

نئے معتمد تعلیمات کا گذشتہ سال ہی انتخاب ہوا تھا، اور ان کے لیے تنخواہ کے بجائے اکرامیہ طے ہوا تھا، انہوں نے بلا اکرامیہ ہی کام کرنے پر اصرار کیا، چنانچہ وہ بلا معاوضہ ہی ندوۃ العلماء کو وقت دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہم سب کو اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور کام کو مؤثر ومفید بنائے۔ و الحمد للہ أولاً و آخراً، و صلی اللہ علی نبیہ الکریم محمد و علیٰ آلہ و صحبہ جمیعاً۔

☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۶ رکا)

مغرب کے مشرق پر تسلط کے وقت سے ہمارے مشرق کو اس دائرہ میں خاصا نقصام اٹھانا پڑا، اور یہ نقصان جاری ہے، یہ اس وقت تک دور نہیں ہوسکتا جب تک ہم اپنی ثقافتی اور مذہبی قدروں کو نظام تعلیم میں نظر انداز کرتے رہیں گے، مغربی نظام تعلیم میں زبان اور سماجی علوم اور انگریزی زبان کا نصاب بنانے والوں اور اس کے مطابق تعلیم دینے والوں کا جیسا ذہن وخیال ہوتا ہے، ان کی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں پر ویسا ہی اثر پڑتا ہے، اور پڑھنے والوں کی وہی ذہنی تشکیل کرتا ہے، اس لئے ہمارے جدید نصاب کو بھی اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالنا ہوگا تاکہ اس کے پڑھنے والے اپنے اسلامی ذہن کو برقرار رکھ سکیں، اس کے بالمقابل ہمارا مذہبی نظام تعلیم امت مسلمہ کے دینی اور ثقافتی مزاج کی پوری طرح حفاظت کرنے والا نصاب ہے، اس کے بالمقابل مغرب کا دیا ہوا نصاب تعلیم طبعی علوم کے دائرہ میں تو منفی اثر نہیں ڈالتا ہے، اور اس سے اسلامی اقدار کو خطرہ نہیں ہے، وہ ہمت افزائی کے لائق ہے، لیکن اس کا لسانیات، سماجی اور انسانی علوم کا حصہ مغرب کا مادی اور ملحدانہ مزاج دینے والا ہے، اور وہ ہمارے ملی مقاصد اور اقدار کے برعکس ہے۔

یہی وہ اصل وجہ ہے جو ہمارے دینی مدارس کے لئے جدید نصاب ونظام تعلیم سے بے تکلف استفادہ کرنے سے مانع بنتی ہے، اور جب تک دونوں نظام تعلیم اپنی اپنی جگہ مناسب اصلاح واضافہ کی طرف توجہ نہ کریں گے دونوں میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہوسکے گی، لہٰذا جدید نصاب تعلیم کو اپنی اصلاح کی بھی فکر کرنا ہوگی، اور ایسا نہ کرنے پر ملت اسلامیہ کو اپنے تشخص اور ثقافت و مذہبی قدروں سے دست بردار ہونا پڑے گا، لہٰذا اصلاح نصاب کی ضرورت سیکولر اداروں کے لئے بھی ہے، تاکہ مسلمانوں کی نئی نسل کا مذہبی تشخص ختم نہ ہو اور وہ اپنے مذہب سے بالکل ناواقف نہ رہیں۔

☆☆☆☆☆

تعلیمات نبوی

نبوی تعلیمات واخلاق

از..... محمود حسن حسنی ندوی

صلہ رحمی

صلہ رحمی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی اور خود آپؐ اس کا بڑا پاس ولحاظ رکھتے تھے، بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ مجھے ایسا عمل بتادیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرتے رہو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز پڑھتے رہو، زکوٰۃ دیتے رہو، اور صلہ رحمی کرتے رہو، مسلم کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے صلہ رحمی کے ساتھ بتوں کے توڑنے کے ساتھ بھیجا ہے اور یہ کہ اللہ کی توحید بیان کی جائے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

ایک صحابی کو اپنا قیمتی مال دے دلا کر ختم کرنا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایماء ان کو یہ بتایا کہ اسے عزیزوں میں دیں۔

اہل وعیال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے، ان کی ضروریات کی تکمیل کی فکر رکھتے تھے، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک موقع پر صراحت سے یہ فرمایا کہ: تم اپنے ورثہ کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ بہتر ہے اس سے کہ تم انہیں محتاج چھوڑو، کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، اور تم جو بھی اللہ کی خوشنودی کے لیے خرچ کروگے اجر پاؤگے، یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دو اس پر بھی اجر ملے گا۔

بیوی پر شوہر کے جو حقوق بنتے ہیں ان کی بھی تعلیم دی، یہاں تک کہ یہ فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدہ کرنے کو کہتا تو عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اور یہ بھی فرمایا کہ جو خاتون اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنتی ہے، گھر والوں کے تعلق سے یہ بات بھی فرمائی کہ: تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہو اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں میں بہتر ہوں، احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے شوق وجذبات کی بھی رعایت رکھتے تھے، اور سخت گیر واقع نہیں ہوئے تھے، البتہ تعلیم وتربیت کے عمل کو بھی جاری رکھتے تھے۔

تربیت اولاد میں آپ کا انداز واسلوب حکیمانہ ہوتا تھا، جیسے نماز کا عادی بنانے کے لیے سات سال کی عمر سے شوق دلانے اور دس سال کی عمر میں کوتاہی پر تادیب کرنے کی بات فرمائی اور اس عمر میں پہنچ جانے کے بعد ایک بستر پر سلانے سے منع فرمایا، کھانے پینے میں بھی بچوں کو نظر انداز نہیں فرماتے، اور اس میں نامناسب عمل کو دیکھتے تو روک ٹوک کرتے، حضرت حسن چھوٹے تھے نامناسب چیز منہ میں رکھلی حضور نے دیکھا تو منع فرمایا اور فرمایا کہ اس کو نکالو (منہ سے) تم کو معلوم نہیں ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے، اسی طرح ایک بچہ کا جو آپ کی کفالت میں تھا پلیٹ میں ہاتھ ادھر ادھر چل رہا تھا آپ نے منع فرمایا، اور فرمایا بسم اللہ کرو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اور سامنے سے کھاؤ۔

کمزور ومعذور افراد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور اور معذور افراد کا بڑا خیال فرماتے تھے، اور صحابہ کو بھی اس کی تعلیم دیا کرتے تھے، جب کبھی ایسا ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے کسی صحابی نے جماعت صحابہ کے کمزور لوگوں کے مقابلہ قریش کے بااثر ونفوذ لوگوں کی طرف دھیان دیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بھی پسند نہیں فرمایا اور کمزور افراد کی دلجوئی کا بڑا خیال رکھا، ایک موقع پر ایک مالدار صحابی کو کمزور حیثیت کے صحابہ پر اپنی برتری کا خیال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو بھی باقی نہیں رہنے دیا اور فرمایا کہ "ھل تنصرون وترزقون الا بضعفاءکم" کہ تمہاری نصرت ہوتی ہے اور تمہیں رزق ملتا ہے تمہارے انہی کمزور (اور معذور) افراد کے طفیل (بخاری) اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کی کفالت کرنے والے کی فضیلت، لڑکیوں اور بہنوں کی پرورش کرنے والے کو بشارت دی، بیوہ عورت اور غریب محتاج شخص کی فکر وکوشش کرنے والے کو مجاہد فی سبیل اللہ کا مرتبہ دیا، دعوتوں خصوصاً ولیمہ کی دعوت میں غریبوں کو پوچھے جانے پر زور دیا، اور ہر موقع پر ان کا خیال رکھا، ان کی دلداری کا بھی دھیان رکھا۔

پڑوسی

پڑوسیوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات بہت واضح اور صریح ہیں، ماکولات ومشروبات میں ان کا خیال، زمین وجائداد کے لین دین میں ان کی رعایت، ہر معاملہ میں ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کرنے کی نبوی تعلیمات میں تاکید ملتی ہے، اور یہ سب پڑوسی کے حقوق ہیں، ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے (بخاری ومسلم) تکلیف نہ ہی جسمانی ہو نہ ہی ذہنی ہو، پڑوسی کی نوعیتیں الگ الگ ہیں: برتاؤ میں نوعیت کا بھی خیال رکھا جائیگا، اس میں بھی ہمارے لئے اسوۂ نبوی موجود ہے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی کی احادیث مبارکہ میں بڑی تاکید آئی

ہے، مہمان کے اکرام اور اسکی خاطر وتواضع کو کہا گیا ہے، ایک رات کی ضیافت کو تو مہمان کا حق قرار دیا گیا ہے، اور اصل ضیافت تین دن کی قرار دی گئی ہے، اور اس میں بھی ایک دن اور ایک رات خصوصیت کے ہیں۔

میزبان کے لئے جہاں تاکیدات ہیں وہیں مہمان کے لئے بھی ہدایات ہیں، وہ یہ کہ مہمان مہمان ہی کی طرح رہے وہ مقیم نہ بن جائے، میزبان کو بلاوجہ زحمت میں نہ ڈالے، اس کے کاموں میں رخنہ انداز نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا ایسا مزاج تشکیل دیا تھا کہ وہ مہمان کی آمد سے بڑے ہی مسرور ہوتے اور مہمان نوازی کے لئے مناسبت کی نوبت آنے لگتی، مہمان کے خاطر اپنا کھانا پینا مؤخر کردیتے اور مہمان کو مقدم رکھتے، اور ایسا بھی ہوا کہ جو کچھ تھا مہمان کے لئے پیش کردیا اور خود بھوکے رات گزار دی۔

شفقت علی الخلق

ساری مخلوق پر شفقت وترحم یہ بھی نبوی اخلاق ہے، آپ نے ہی یہ بشارت دی کہ رحم کرنے والوں اور مہربانی سے پیش آنے والوں پر رحمٰن مہربان ہوتا ہے، جو زمین پر ہیں ان پر رحم کرو جو آسمان پر ہے وہ تم پر رحم کرے گا، اور یہ بھی فرمایا کہ جو رحم نہیں کیا کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا، اور ایک صحابی نے دریافت کیا کہ خادم کو کتنی معافی دی جائے فرمایا ستر بار روز، اسی طرح کسی کو دیکھا کہ غلام کو کوڑے سے مار رہے ہیں، فرمایا اللہ اس سے کہیں زیادہ تم پر قدرت رکھتا ہے، جتنی قدرت اور زور تم اس غلام پر رکھتے ہو، اسی طرح ایک موقع پر وعید سنا کر ڈرایا بھی کہ جو لوگوں کو دنیا میں عذاب میں مبتلا کرتے ہیں انہیں اللہ عذاب دے گا۔

جانوروں کے سلسلہ میں بھی اچھے برتاؤ کی ہدایات دیں، اور یہ واقعہ سنایا کہ ایک عورت کو اس بات پر عذاب دیا گیا کہ اس کے پاس بلی تھی اسے اس نے کھلایا پلایا نہیں اور نہ کھانے پینے کے لئے ادھر ادھر جانے دیا۔ اور ایک واقعہ اس کے برعکس سنایا کہ ایک شخص کو راستہ میں شدید پیاس لگی اس نے کنویں سے پانی نکالا اور پیا پھر دیکھتا کیا ہے کہ کتا پیاس کی شدت کے مارے گیلی مٹی کھا رہا ہے اس شخص نے کنویں سے پانی لے کر اسے بھی پلایا، اللہ کو اس شخص کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس کی مغفرت فرمادی، صحابہ نے حضور سے عرض کیا بہائم (جانوروں) کے تعلق سے بھی ہمارے لئے اجر ہے، فرمایا، ہر جاندار چیز میں اجر ہے، اسی طرح جانوروں کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تعلیم دی کہ ان پر سوار ہو تو مناسب طریقہ سے ہو، ان کو کھاؤ تو مناسب طریقہ سے کھاؤ، اور بھی ہدایات اور تعلیمات ہیں، یہاں تک کہ ذبح کئے جانے والے جانوروں کے سلسلہ میں یہ ہدایت کی کہ ذبح کرتے وقت چھری تیز کرلی جائے، یہ سب اس لئے تھا کہ جانوروں کو بھی بلاوجہ اذیت نہ پہونچے۔

نیک صحبت اور اچھا ماحول

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک صحبت، اچھے ہمنشینوں، سازگار ماحول کی اہمیت وضرورت مثالوں اور مختلف طریقوں سے باور کرائی ہے، ان کے جو غیر معمولی اور غیر شعوری اثرات مرتب ہوتے ہیں اور انسان کے مستقبل پر اثرانداز ہوتے ہیں اس کی طرف احادیث میں توجہ دلائی گئی ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا کہ آدمی اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے تم میں سے جس کو دوستی کرنی ہو وہ پہلے دیکھ لے کہ کس سے دوستی کررہا ہے، اسی لئے شادی میں بھی اس کا خیال رکھنے کو کہا اور اس قانون کو بہترین مال قرار دیا جو اپنے ایمان کے ساتھ اپنے شوہر کے ایمان میں معین ومددگار ہو، اسی طرح عورت کے نکاح میں جو چیزیں دیکھی جاتی ہیں ان میں دین دیکھے جانے کی صورت میں کامیابی کی بشارت دی۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۱ رکا)

طبیعیاتی علوم

علم ہیئت کے علاوہ قرآن کریم نے دیگر طبیعاتی علوم حاصل کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے: ﴿ان في السموات والأرض لآيات للمؤمنين وفي خلقكم ومايبث من دابة آيات لقوم يوقنون واختلاف الليل والنهار ومأأنزل الله من السماء من رزق فاحيا به الأرض بعد موتها وتصريف الرياح آيات لقوم يعقلون﴾ ترجمہ: ”آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے (استدلال کے) لئے بہت دلائل ہیں، اور (اسی طرح) خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو زمین میں پھیلا رکھا ہے، ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں، جو یقین رکھتے ہیں (اسی طرح) رات اور دن یکے بعد دیگرے آنے میں اور اس مادہ رزق میں' کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا' پھر اس (بارش) سے زمین کو تروتازہ کیا، بعد ازاں کہ وہ خشک ہوچکی تھی اور (اسی طرح) ہواؤں کے بدلنے میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔

اسی طرح قرآن کریم عقلی علوم کے حصول کی ترغیب دیتا ہے، جس کا تذکرہ بہت سی آیتوں میں موجود ہے، اس کا شمار یہاں موجب تطویل ہے۔

بعثت نبوی سے قبل کے عالمگیر فساد کے لئے قرآن نے ایک بلیغ لفظ ”جاھلیت“ استعمال کیا ہے، جاہلیت ”جھل“ سے مشتق ہے، جہل کے زہر ہلاہل کا واحد تریاق ”علم صحیح“ ہے، علماء ومحققین کی رائے ہے کہ جاہلیت کسی زمانہ اور جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، جب جب علم صحیح کا فقدان ہوگا جاہلیت عود کر آئیگی، آج بھی اسی جاہلیت کا راج ہے اس جاہلی دور میں قرآن کی پہلی وحی عالم انسانیت کی ہدایت کے لئے اور مسلمانوں کی خلافت اور تسخیر کائنات کے لئے حیات آفریں پیغام ہے۔

☆☆☆☆☆

مسئلہ فلسطین اور اس کا حل

از ..... جمی کارٹر

سابق امریکی صدر جمی کارٹر نے ایک کتاب Palestine: Peace Not Aparthied (فلسطین: امن، نسل پرستی نہیں) کے موضوع پر لکھی ہے جس میں غالباً پہلی مرتبہ امریکا کی ایک اتنی اہم شخصیت نے مقبوضہ فلسطین میں اسرائیلی مظالم پر کھل کر بات کی ہے، اور فلسطین کے حالیہ انتخابات کے بارے میں گواہی دی ہے کہ وہ عوام کی خواہشات کے نمائندہ تھے، فطری طور پر اس کتاب کی اشاعت سے جمی کارٹر نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالا ہے، ہر طرف سے اس پر یورش ہورہی ہے، جس امریکا کو آزادیٔ اظہار رائے پر بڑا فخر ہے اس میں سوچ پر پہرہ (Thought Control) کی جو کیفیت اسرائیلی لابی کے اثرات کی بنا پر مسلط ہے اس کا یہ بین ثبوت ہے، جمی کارٹر میں بھی ابھی یہ جرأت تو نہیں کہ اسرائیلی سوسائٹی اور اس کی نام نہاد جمہوریت کا بے لاگ محاسبہ کرسکے، لیکن کم از کم فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کا اعتراف اور دستاویزی ثبوت روشنی کی ایک کرن اور ہوا کا ایک تازہ جھونکا ہے، یہ اسرائیل کے مظالم کے اعتراف سے بھی زیادہ خود امریکا میں اظہار آزادیٔ رائے کی زبوں حالی کا آئینہ ہے، اس کتاب کے ردعمل پر مصنف کی ایک تحریر کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

دو برس قبل میں نے معروف اشاعتی ادارے سائمن اینڈ شوسٹر کے ساتھ مشرق وسطیٰ پر اپنے ذاتی مشاہدات اور تأثرات پر مبنی کتاب لکھنے کے معاہدے پر دستخط کیے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ کارٹر سنٹر نے فلسطین میں منعقدہ تین انتخابات کی مانیٹرنگ کی تھی اور میں خود اسرائیلی سیاسی لیڈروں اور امن کے داعیوں کے ساتھ بات چیت کرتا رہا ہوں، یہ کتاب اب شائع ہوگئی ہے۔

ہم نے ۱۹۹۶ء، ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۶ء میں فلسطینی کمیونٹی سے اس وقت رابطہ کیا جب یاسر عرفات اور بعد میں محمود عباس بطور صدر اور دیگر ممبران پارلیمنٹ کا انتخاب ہوا تھا، انتخابات بحیثیت مجموعی شفاف تھے، اور ٹرن آؤٹ بہت زیادہ تھا، سوائے مشرقی یروشلم کے جہاں اسرائیل کی طرف سے عائد کردہ بہت سی رکاوٹوں کی وجہ سے صرف ۲ فی صد رجسٹرڈ ووٹر ہی ووٹ ڈال سکے۔

فلسطین اور اسرائیل کے لیے امن کے راستے کی تلاش سے متعلق متنازع امور پر اسرائیلیوں اور دیگر اقوام میں زبردست مباحثہ جاری ہے، لیکن امریکا میں ان معاملات پر خاموشی طاری رہتی ہے، گذشتہ ۳۰ برسوں کے دوران میرا مشاہدہ اور تجربہ یہی رہا ہے کہ یہاں حقائق پر آزادانہ اور متوازن تبادلۂ خیال کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے، میری نظر میں اسرائیلی حکومت کی پالیسیوں پر نکتہ چینی سے احتراز امریکن اسرائیل پولیٹیکل ایکشن کمیٹی کی غیر معمولی لابنگ کا نتیجہ ہے اور ان پالیسیوں کی مخالفت میں نمایاں آواز کا نہ اٹھنا ہے، دراصل اسرائیل اور فلسطین کے درمیان متوازن موقف اختیار کرنا اور یہ تجویز دینا کہ اسرائیل بین الاقوامی قانون کی پابندی کرے یا فلسطینیوں کو انصاف کی فراہمی اور ان کے حقوق کے دفاع کی بات کرنا ارکان کانگریس کے لیے سیاسی خودکشی کے مترادف سمجھا جاتا ہے، بہت ہی کم ارکان رملہ، نابلوس، ہبرون، غزہ پٹی، یہاں تک کہ بیت اللحم جیسے فلسطینی شہروں کا دورہ کرنے اور وہاں کے بدحال باشندوں سے بات چیت کرنے کی جسارت کرتے ہیں، اس سے بھی کہیں زیادہ ناقابل فہم پہلو یہ ہے کہ امریکا کے بڑے اخبارات اور جرائد نے بھی اپنے اداراتی صفحات پر اسی طرح کی پابندی عائد کررکھی ہے، حالانکہ ”مقدس سرزمین“ میں متعین ان کے اپنے نمائندگان ذاتی گفتگوؤں میں ان معاملات پر زوردار باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔

اس خدشے کے پیش نظر کہ میری کتاب کے مندرجات کو کسی قدر ہچکچاہٹ اور غیر یقینی کیفیت کے ساتھ دیکھا جائے گا، میں نے اس میں نقشے اور دستاویزات بھی شامل کردی ہے تاکہ صورت حال کی مکمل تصویر سامنے آجائے اور آخری تجزیے میں یہ نکتہ واضح ہوسکے کہ امن کا واحد ممکنہ راستہ اس کے سوا کوئی اور نہیں کہ اسرائیلی اور فلسطینی اپنی اپنی مسلمہ بین الاقوامی سرحدوں کے اندر ساتھ ساتھ رہ کر زندگی بسر کریں، میں نے مسئلے کے حل کے لیے جن راستوں کو ترجیحاً اختیار کرنے کی تجویز دی ہے وہ اقوام متحدہ کی ان کلیدی قراردادوں سے مطابقت رکھتی ہے، جن کی امریکا اور اسرائیل بھی حمایت کرچکا

ہے، اس کے علاوہ یہ تجاویز ۱۹۶۷ء سے اپنائی گئی امریکی پالیسی ۱۹۷۸ء اور ۱۹۹۳ء میں اسرائیلی لیڈروں کے طے کردہ سمجھوتوں (جن کی بنا پر انہیں نوبل امن انعام کا بھی حق دار قرار دیا گیا) ۲۰۰۲ء میں اسرائیل کو تسلیم کرنے سے متعلق عرب لیگ کی پیش کش اور بین الاقوامی چارفریقی اس امن روڈمیپ کے بھی عین مطابق ہیں جسے پی ایل او نے تسلیم اور اسرائیل نے مسترد کردیا تھا۔

میری کتاب Palestine: Peace not Apartheid (فلسطین: امن، نسل پرستی نہیں) کا بنیادی تعلق فلسطین کے حالات وواقعات سے ہے، اگرچہ میں نے اس کتاب کو متعارف کرانے کے لیے صرف ایک ہفتے کا دورہ کیا ہے، لیکن لوگوں اور میڈیا کے ردعمل کا اندازہ ابھی سے لگایا جاسکتا ہے، اب تک اس کی فروخت زبردست ہے اور مختلف ٹی وی چینل میرے انتہائی دل چسپ انٹرویو کرچکے ہیں، جن میں لیری کنگ لائیو، ہارڈبال، میٹ دی پریس، دی نیوز آور وِد جم لہرر، دی چارلی روزشو، سی سپین اور کئی دیگر شامل ہیں، لیکن حیرت ناک بات یہ ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر بڑے اخبارات نے نہ ہونے کے برابر تبصرہ کیا ہے۔

عموماً میڈیا نے اس کتاب پر جو تبصرہ کیے ہیں ان میں سے اکثر کا تعلق ان یہودی تنظیموں سے ہے جنہوں نے کبھی مقبوضہ علاقوں کا دورہ تک نہیں کیا اور ان کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ یہ کتاب اسرائیل کے خلاف ہے، کانگریس کے دوارکان نے اس پر سرعام نکتہ چینی کی، ایوان نمایندگان کی عنقریب بننے والی نئی اسپیکر نینسی پیلوسی نے اس کتاب کی اشاعت سے بھی پہلے کہہ دیا تھا کہ: وہ اسرائیل پر ڈیموکریٹک پارٹی کے موقف کے مطالبات نہیں کرتے، کچھ تبصرے امازون ڈاٹ کام پر کیے گئے جن میں سے بعض میں مجھے سامی (یہودی) مخالف کہا گیا اور بعض نے کتاب کو "جھوٹ" اور "مسخ شدہ حقائق" کا پلندہ قرار دیا، کارٹرسنٹر کے ایک سابق فیلو نے کتاب کے سرورق کو "غیر شائستہ" قرار دیا، البتہ حقیقی دنیا میں رہنے والے لوگوں کا ردعمل نہایت مثبت ہے، میں نے پانچ اسٹوروں پر خریداروں کے لیے کتاب دستخط کیے اور ہر اسٹور پر ۱۰۰۰ سے زائد افراد نے میری موجودگی میں یہ کتاب خریدی، مجھے ایک منفی تبصرہ پڑھنے کو ملا جس میں کہا گیا ہے کہ مجھ پر بغاوت کا مقدمہ چلایا جانا چاہئے، اسی طرح سی سپین کے پروگرام کے دوران ایک صاحب نے مجھ پر یہودی مخالف ہونے کا الزام لگایا، میرے لیے سب سے زیادہ پریشان کن تجربہ یہ تھا کہ میں نے ان یونیورسٹیوں میں کتاب پر بلا معاوضہ گفتگو اور سوالات کے جواب دینے کی پیش کش کی جن میں یہودی طلبہ کثرت سے زیر تعلیم ہیں، لیکن میری اس پیش کش کو ٹھکرادیا گیا، البتہ کئی معروف یہودی شہریوں اور ارکان کانگریس نے نجی طور پر میری بڑی حوصلہ افزائی کی اور اس بات پر شکریہ ادا کیا کہ میں نے کتاب میں حقائق بیان کیے اور انہیں نئے تصورات سے روشناس کرایا ہے۔

اس کتاب میں مقبوضہ فلسطینی علاقوں کے رہایشیوں پر حقارت آمیز ظلم وستم روا رکھنے اور مغربی کنارے میں فلسطینیوں کو ایک جابرانہ نظام کے تحت یہودی کالونیوں کے مکینوں سے دور رکھنے کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایک وسیع جیل کی تعمیر کے لیے دیوار کھڑی کی جارہی ہے جس کے ذریعے فلسطینیوں سے وہ کچھ بھی چھین لیا جارہا ہے جو ان کے پاس باقی ہے، اس غاصبانہ کارروائی کا مقصد یہودی کالونیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ اراضی حاصل کرنا ہے، کئی اعتبار سے فلسطینیوں کی حالت نسلی عصبیت کے دور میں جنوبی افریقہ کے سیاہ فاموں سے بھی ابتر ہے، میں نے یہ نکتہ بھی واضح کیا ہے کہ ان ظالمانہ کارروائیوں کا محرک نسل پرستی نہیں، بلکہ اسرائیلی اقلیت کی یہ خواہش ہے کہ وہ فلسطین کے پسندیدہ علاقوں پر زبردستی قبضہ کرکے ان پر یہودی کالونیاں بسائے اور یہاں سے نکالے گئے شہریوں کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کو طاقت کے بہیمانہ استعمال سے دبادے، ظاہر ہے کہ میں بے گناہ شہریوں کے خلاف اس طرح کی دہشت گردی اور تشدد کی پُرزور مذمت کرتا ہوں، اور میں نے دونوں طرف ہونے والے ہولناک جانی نقصان کی معلومات دی ہیں۔

میری کتاب کا اصل مقصد مشرقی وسطیٰ کے بارے میں ان حقائق کو اجاگر کرنا ہے جو امریکہ میں نہیں جانے جاتے تاکہ ان پر بات چیت کی جائے اور امن مذاکرات (جو چھے برس سے معطل ہیں) دوبارہ شروع ہوسکیں، کیونکہ صرف یہی راستہ اسرائیل اور اسکے ہمسائیوں کے لیے پایدار امن کی طرف جاتا ہے، مجھے یہ بھی امید ہے کہ وہ یہودی اور دیگر امریکی جن کے پیش نظر یہی مقصد ہے، وہ بھی اپنی آراء کے اظہار کے لیے تحریک پائیں گے، عوامی سطح پر اور غالباً مذاکروں میں، اس تعاون سے مجھے خوشی ہوگی۔

(بہ شکریہ سہ روزہ دعوت دہلی، یکم جنوری ۲۰۰۷ء، ایکسپریس ڈاٹ کام)

بانگِ حرا

قرآن کی پہلی وحی

عالم کے لیے حیات آفریں پیغام

از.....سلمان نسیم ندوی

عالمگیر فساد

تاریخی طور پر یہ بات مسلم ہوچکی ہے کہ بعثت نبوی سے قبل پوری انسانیت خودکشی کے راستہ پر تیزی کے ساتھ گامزن تھی، مورخین نے اس عہد کا جو نقشہ کھینچا ہے ان آراء کے شمار کا یہاں نہ موقع ہے اور نہ گنجائش، لیکن ان کی تمام موشگافیاں قرآن کی درج ذیل آیت کے سامنے مکتب میں بیٹھے ہوئے بچوں کی تختیوں پر ٹیڑھی میڑھی لکیریں معلوم ہوتی ہیں۔ ﴿ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون﴾ ترجمہ: "خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے، تاکہ خدا ان کے بعض عملوں کا مزہ چکھائے، عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں"۔

اعجاز قرآنی کا یہ آیت ایک عجیب نمونہ اور معارف وحکم کا گنجینہ ہے۔

۱۔لفظ "فساد" سے زیادہ دنیا کی بربادیوں کے لئے کوئی اور لفظ جامع نہیں ہوسکتا۔

۲۔"البر" اور "البحر" اس فساد کی وسعت، کمیت اور کیفیت کا ترجمان ہے، کیا ارباب بلاغت اس سے کم الفاظ میں اس سے بہتر تصویر کھینچ سکتے ہیں۔

۳۔"كسبت أيدي الناس" اس فساد کے اسباب کی وضاحت کرتا ہے، تاریخ عالم پر موٹی موٹی جلدیں سیاہ کرنے والوں کی تحریریں اٹھا کر دیکھئے کس نے اتنی وضاحت اور صفائی، جرأت کے ساتھ اسباب پر نہیں بلکہ سبب پر انگلی رکھی ہے؟

۴۔" ليذيقهم بعض الذي عملوا". یہ ٹکڑا دنیا میں پیدا ہونے والی تمام تر کشاکش کا راز کھولتا اور عقدہ کشائی کرتا ہے، بندہ کے کرتوت پر عقاب الٰہی کے نزول کی خبر دیتا ہے۔

۵۔" لعلهم يرجعون". تاریخ انسانی میں اس سے زیادہ امید افزا، حوصلہ افزا جملہ کوئی اور ہوسکتا ہے؟ یہ جملہ انسانیت کو بدشگونی اور تشاؤم کے بجائے رجائیت کا سبق بھی سکھاتا ہے اور قوموں کی آزمائش کے رحمت ہونے کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ اس میں دعوت بھی ہے اور دھمکی بھی، انذار بھی ہے اور تبشیر بھی۔

ظہور قدسی

اس عالمگیر فساد میں آفتاب رسالت طلوع ہوا، محمد بن عبداللہ (فداہ ابی وأمی) اس ارض گیتی پر تشریف لے آئے، آسمانی تربیت کے سائے میں پروان چڑھتے رہے، "محفوظیت" اور "معصومیت" کے تقاضے پورے ہوتے رہے، مردانہ جوہر اور کریمانہ صفات نے اس ریگزار میں بھی اپنی مدح وتوصیف کے مرغزار آباد کر ڈالے، اشارے کئے جانے لگے، نگاہیں اٹھنے لگیں، کٹ جانے والے سر ان کے فیصلوں سامنے جھکنے لگے، آخر وہ گھڑی آئی جس میں دعائے خلیلؑ کی تکمیل ہونا تھی اور سلسلہ انبیائے ورسل کا اختتام ہونا تھا، یعنی آسمان سے زمین کا رشتہ پھر سے قائم ہونے والا تھا، اس عالمگیر فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہدایات کا نزول ہونے والا تھا، غار حرا کی تاریکیوں میں وہ "نور" اترنے والا تھا جس کے سوا کوئی اور شئی "نور" کہلانے کا حقدار نہیں۔

تاریخ کا حیران کن سوال

آپ چشم تصور سے دیکھئے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ اس گھڑی میں تاریخ نے اپنا سفر روک کر غار حرا کی چوکھٹ پر پڑاؤ ڈال دیا ہے، یہ زمانی مورخ ایک ہاتھ میں قلم لئے گوش بر آواز ہے اور دوسرے ہاتھ کی انگلی دانتوں میں دبی ہوئی ہے، آخر یہ سب اہتمام کس لئے؟

اس لئے کہ تاریخ حیران ہے کہ اس عالمگیر فساد کی سب سے پہلی دوا کیا تجویز ہوتی ہے۔ کس ملک کے فساد کو اور کس نوعیت کے فساد کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ یہودیت، عیسائیت، مجوسیت، بودھ مذہب، ہندو مذہب، مذہب زردشت یا مزدائیت، ان مذاہب میں سے کسی ایک کو موضوع بنایا جائیگا یا ملک عرب میں شرک وبت پرستی، خانہ جنگی اور بے حسی سے آغاز کیا جائیگا یا پھر یورپ کے وحشیوں کو انسانیت کا درس دیا جائیگا۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ ان میں سے کسی ایک سے تو آغاز ہوگا ہی تو پھر وہ آغاز اجمالی ہوگا یا تفصیلی؟ فرض کیجئے "یہودیت" سے آغاز ہو تو اس کی تحریف آیات پر تنبیہ کی جائے گی یا عیاشی اور آرام طلبی پر، عیسائیت کو اس کی گمراہی پر ٹوکا جائے گا یا مدارس، کلیسا

اور گھر کے متحارب گروپ پر بٹ جانے پر وعید اترے گی؟ یا دونوں کی ہوس عالمگیری اور خدا فراموشی پھر خود فراموشی کو موضوع سخن بنایا جائیگا، یا عربوں کی عصبیت، شراب نوشی، قمار بازی، دختر کشی..... آخر کونسا عنوان ہوگا؟

اگر سابق انبیاء کی تاریخ پر نظر کی جائے تو ان کی پہلی دعوت ان الفاظ میں ملتی ﴿یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ﴾ کیا اسی طرز کو باقی رکھا جائیگا یا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائیگا؟ یہ وہ سوالات ہیں جو آپ کو فضا میں گردش کرتے ہوئے محسوس ہونگے۔

پہلی وحی

تاریخ اس وقت چونک پڑتی ہے، جب اس کے سارے اندازے، ساری قیاس آرائیاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں، اور آسمان سے پہلا پیغام اُترتا ہے: ﴿اقرأ باسم الذي خلق. خلق الانسان من علق. اقرأ وربک الأکرم. الذي علم بالقلم. علّم الانسان مالم یعلم﴾ (سورہ علق)

ترجمہ: "پڑھ اپنے خدا کے نام سے جس نے پیدا کیا، پیدا کیا انسان کو خون کے تھکے سے، پڑھ اور تیرا رب بڑا ہی کریم ہے، جس نے تعلیم دی قلم کے واسطے سے، اس نے سکھایا انسان کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا"۔

تاریخ اپنے سوال کے اس جواب پر خوش بھی ہے اور لاجواب بھی۔ اس لئے کہ تاریخ واقف ہے کہ اس دنیا میں جو سب سے پہلا انسان اُترا تھا اس کو خالق و مالک نے زیور علم سے آراستہ کیا تھا۔ ﴿وعلّم آدم الأسماء کلھا.....﴾ یہ علم جب جب معدوم ہوا یا اپنے صحیح ڈگر سے ہٹا دنیا "فساد" کی آماجگاہ بن گئی۔ اس لئے اس عالمگیر فساد کا علاج اور اس کی بیخ کنی کا راز اور صالح انسانوں کی اس زمین کو مسخر کر لینے کا نسخۂ کیمیا دراصل یہی "علم صحیح" ہے۔ جس کی تلقین قرآن کی پہلی وحی کر رہی ہے۔

"علم صحیح" عالم انسانیت کی رہنمائی کی شاہ کلید

حضرت ابراہیمؑ نے نبی عربی کی بعثت سے برسہا برس قبل جس نبی کے ظہور کے لئے جن الفاظ میں دعا کی تھی اس کا محور بھی "تعلیم و تعلم" ہی تھا، حضرت ابراہیمؑ بھی آخر نبی تھے بلکہ خلیل اللہ تھے، علم ربانی کے رازداں تھے، فساد کی جڑ کو بھی جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ پانی کہاں مر رہا ہے، اس سے بھی واقف تھے کہ اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے، قرآن میں بیسیوں صفات وارد ہوئی ہیں لیکن جب حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تو ان کی دعا کے الفاظ یہ تھے:

﴿ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلو علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم﴾

ترجمہ: "اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک پیغمبر انہی میں سے بھیج (جو) انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب (الٰہی) اور دانائی کی تعلیم دے اور انہیں پاک (وصاف) کرے"۔

تلاوت آیات، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ ان سب کا ایک بنیادی عنوان قائم کیجئے تو وہ بنیادی عنوان ہوگا "بنی نوع انسانی کو علم صحیح کی دولت سے سرفرازی" کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ دعا ہزاروں سال پہلے کی گئی تھی لیکن جب اس دعاء کے بَر آنے کا وقت آیا تو سب سے پہلے جو تعلیم اتری اس کا بنیادی محور بھی "علم صحیح" تھا، اس یکسانیت کو دین اسلام کے اعجاز کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے، یہ سب ثبوت ہیں اس بات کی کہ ﴿لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ. تنزیل من حکیم حمید﴾

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عرب جہاں اسلام مبعوث ہوا، اسے اپنے علم کے بجائے جہل پر ناز تھا، بعثت اسلام کے وقت صرف سترہ آدمی پڑھنا لکھنا جانتے تھے، ایک جاہلی شاعر کا شعر ہے:

ألا لا یجھلن أحد علینا
فنجھل فوق جھل الجاھلینا

خبردار! کوئی ہمارے معاملہ میں نادانی اور جہالت سے کام نہ لے، ورنہ ہم بھی اپنے طرز عمل سے سب سے بڑے جاہل ہونے کا ثبوت پیش کر دیں گے۔

یہ تھا ان کا طرۂ امتیاز، یہ تھا ان کا تمغۂ افتخار، ایسی قوم کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے علم صحیح سے بہتر کوئی نسخہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

قرآن کی پہلی وحی کا اعجاز

پہلی وحی کو از سر نو پڑھئے پھر دوبارہ غور کیجئے:

۱۔ لفظ "قراءت" دوبار استعمال کیا گیا ہے جس سے پڑھنے پڑھانے اور تعلیم و تلقین کی اہمیت مقصود ہے۔

۲۔ لفظ "قلم" کے ذریعہ سے وسائل تعلیم میں ایک بنیادی وسیلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۳۔ قراءت کا پہلے اور قلم کا بعد میں ذکر دونوں کے درمیان ترتیب کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ "خلق الانسان من علق" کے ذریعہ انسان کو اس کی اصلیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس لئے کہ جس علم کا آج آغاز ہے کل یہی علم تسخیر کائنات کا ذریعہ ہوگا، اس وقت انسان اپنی اصلیت کو بھول کر سرکشی، کبر و غرور، بغاوت اور فرعونیت و چنگیزیت کی راہ اختیار کر کے اس علم کا غلط استعمال نہ کرنا شروع کر دے۔

۵۔ "الانسان" کا استعمال کر کے یہ بتلانا

مقصود ہے کہ یہ "علم" کسی کی جاگیر نہیں بلکہ بنی نوع انسانی کے لئے خالق کائنات کا ایک تحفہ ہے۔

۶۔ "وربک الأکرم" بتاتا ہے کہ اس تحفۂ ربانی اور عطیہ سماوی میں بندہ کا کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ یہ فیاض ازل کا فیض، انعام اور نوازش ہے۔

۷۔ "باسم ربک الذی خلق" کے ذریعہ اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ علم نے بارہا انسان کو دھوکے میں ڈالا ہے، شیطان مردود ہو چکا ہے، بڑی بڑی قومیں اپنے علم پر ناز کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو چکی ہے، اس لئے یہ علم اسی وقت بنی نوع انسان کے لئے نافع بن سکتا ہے جب اس کا سرا خالق کائنات سے جُڑا ہوا ہو، اور خالق کائنات سے رشتہ استوار کرنے کے لئے لازم ہے کہ اس نبی امی کی اطاعت کی جائے جس کے لئے ارشاد ہوا ﴿علّم الانسان مالم یعلم﴾ (سورہ علق) "اس نے سکھایا انسان (محمد ﷺ) کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا"۔

۸۔ "علم الانسان مالم یعلم" کے ذریعہ انسان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ یہ علم تم کو جانوروں کے مقابلہ میں ممتاز کرتا ہے، علم تسخیر کائنات کا ذریعہ اور انسان کی آزادی کا زینہ ہے، ہزاروں کی غلامی سے نجات کا راستہ ایک ذات کی غلامی سے ہو کر گذرتا ہے، اس ذات کی غلامی غلامی نہیں بلکہ پروانۂ آزدی ہے، اور وہ ہے معلم اول کی غلامی جس نے انسان کو علم عطا کیا ہے۔

یہ ہے "علم صحیح" کی بنیادیں، انہی بنیادوں پر انسان کی تہذیب و تمدن اور حکومت و سلطنت قائم رہ سکتی ہے۔

قرآن حکیم اصولاً ایک منزل من اللہ ضابطۂ ہدایت ہے، اس کا علم ایک طرف بنی نوع انسان کو فلاح دارین کا راستہ دکھاتا ہے اس کی تدبیریں بتاتا ہے، پچھلے زمانوں میں اس علم کی تشریح کے لئے انبیاء و مرسلین آتے رہے ہیں اب یہ ذمہ داری علماء، مصلحین اور مجددین کے کاندھوں پر ہے۔

یہ علم دنیاوی زندگی کو خوشحال بنانے کے گُر بھی بتاتا ہے اور حدود میں رہ کر "تمتع بالکائنات" کی دعوت دیتا ہے، تسخیر کائنات کی ترغیب دیتا ہے، لہٰذا وہ ان تمام علوم کی ہمت افزائی کرتا ہے جو "تمتع بالکائنات" اور "تسخیر کائنات" میں ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔

علم سائنس اور تسخیر کائنات

قرآن بار بار بندوں کی ہمت افزائی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات و مافیہا کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ ﴿وسخر لکم مافي السمٰوٰت ومافي الأرض جمیعاً منه. ان في ذٰلک لآیات لقوم یتفکرون﴾ ترجمہ: "اور مسخر کر دیا تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب کچھ اپنی طرف سے، اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو اس میں غور و فکر کرتے ہیں" اس قسم کا مضمون قرآن میں دسیوں جگہ آیا ہے۔

لیکن کائنات کی جاندار اور بے جان قوتوں کی تسخیر ان سے براہ راست کشتی لڑ کر نہیں کی جا سکتی، ہاتھی کو اٹھا کر پٹکا نہیں جا سکتا صرف آنکس کے ذریعہ قابو میں لایا جا سکتا ہے، دریا کے پُر زور بہاؤ کا رخ ہاتھیوں کی قوت سے نہیں موڑا جا سکتا صرف ٹربائین کے ذریعہ اس کی توانائی کو بجلی کی شکل میں ذخیرہ کیا جا سکتا ہے، پہاڑ کو گھونسوں سے نہیں توڑا جا سکتا صرف ڈائنامیٹ کے ذریعہ اڑا کر اس میں سرنگیں بچھائی جا سکتی ہیں، اسی کا نام "تسخیر کائنات" ہے یعنی کائنات کی پوشیدہ قوتوں سے واقف ہو کر انہیں حسب منشاء استعمال کرنے کی قابلیت اور انہیں پوشیدہ قوتوں کی واقفیت کو باقاعدہ منظم کرنے کا نام "علم طبیعی" اور "نیچرل سائنس" ہے۔

علم فلکیات

متمدن زندگی کے لئے وقت کی اہمیت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے، چنانچہ مشہور جرمن مورخ اسپنگلر پچھلی تہذیبوں پر یورپ کی تہذیب حاضر کی برتری کا راز اس کے شدید احساس زمان میں مضمر بتاتا ہے، قرآن کریم نے مظاہر فلکی کے بامقصد مشاہدہ کے لئے اپنے متبعین کی ہمت افزائی کی ہے ﴿ان في خلق السموات والأرض واختلاف اللیل والنھار لآیات لأولی الألباب﴾ ترجمہ: "بیشک زمین اور آسمانوں کی پیدائش اور رات اور دن کے باری باری آنے میں ہوشمند لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں"۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ویل لمن لاکھا بین لحییہ ولم یتفکر فیھا" (تباہی ہے اس کے لئے جو آیت کریمہ کی منہ سے تلاوت کرتا ہے، مگر اس کے معنی و مفہوم پر غور نہیں کرتا ہے۔ جو شخص ہیئت اور تشریح کے علوم سے ناواقف ہو امام غزالی فرماتے ہیں کہ وہ معرفت باری میں ناقص ہے، حکیم ابوالحسن انبیری مشہور شاعر اور ہیئت داں عمر خیام کو بطلیموس کی ایک کتاب پڑھا رہے تھے، وہاں سے ایک فقیہ کا گذر ہوا، اس نے پوچھا کیا پڑھا رہے ہو! انہوں نے جواب دیا ﴿افلم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنیناھا﴾ کی تفسیر پڑھا رہا ہوں۔

(بقیہ صفحہ ۱۶ پر)

ہوشیار اے ملت بیضائے ما!

تیسری قسط

عیسائی مشنری

از:..... محمد وثیق ندوی

عیسائی مشنری کے اہم مراکز

عیسائی مشنری کے اہم ترین وسائل وذرائع میں تعلیم، طب، چیریٹیبل امداد اور رفاہی خدمات ہیں، مشنری جس علاقہ میں پہونچتے ہیں وہاں سب سے پہلے تعلیمی ادارے، اسکول اور ابتدائی تعلیم کے ادارے قائم کرتے ہیں۔ ۱۸۲۰ء میں شام کے علاقہ میں مشنریوں کے پہونچنے کا فوراً بعد وہاں مختلف ادارے قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا، اور اس منصوبہ کی تنفیذ کے لیے مشنریوں نے شام کے مختلف علاقوں کفرشیما، طرابلس، حمص اور لبنان کے بعض شہروں کا دورہ کیا اور مشنری کاز کے لیے فضا ہموار کی، پھر ۱۸۴۳ء میں لبنان کے پہاڑی علاقہ میں واقع عبیہ درزیہ قصبہ میں مشنریوں کی تعلیم وتربیت کا ایک اسکول ڈاکٹر کارنیلیس وان ڈک (Cornilius Van Dyck) کی سربراہی میں قائم ہوا، اسی علاقہ میں ۱۸۵۹ء میں امریکن پروٹسٹنٹ عیسائیوں نے لڑکیوں کا اسکول قائم کیا، اسکے بعد یسوعی نصرانیوں نے ایک اسکول قائم کیا، اور ایک عرصہ بعد مشنری سرگرمیوں کا مرکز عمل بیروت منتقل ہوگیا، اور ۱۹۱۲ء میں شام میں مشنری اداروں کی تعداد ۳۸ ہوگئی، برطانیہ، اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ، جرمنی، سویڈن، ڈنمارک، اور امریکا نے اپنے الگ الگ اسکول اور ادارے قائم کئے، سب کا مقصد ایک ہی تھا کہ طلبہ کے سامنے توریت کو عربی زبان میں اس طرح پیش کیا جائے گویا کہ وہ کورس کی اصل اور بنیادی کتاب ہے، اسی وجہ سے ۱۹۲۴ء میں قدس، برمانا (لبنان) الجزائر، مصر اور بغداد میں ہونے والی علاقائی کانفرنسوں میں یہ بات متفقہ طور پر طے کی گئی کہ سب کا مشترکہ مقصد عالم اسلام میں نصرانیت کو فروغ دینا اور اس پر کنٹرول حاصل کرنا ہے، اور تعلیم کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کے دین اسلام سے برگشتہ کردینا ہے۔

مشنریوں کے مشہور اداروں میں اسطنبول کا رابرٹ کالج، بیروت کی امریکن یونیورسٹی، لبنان کا جیرارڈ کالج، خرطوم سوڈان کا گارڈن کالج ہے۔ ۱۹۷۸ء کی کولورادو کانفرنس کی قرارداد کے مطابق کالیفورنیا میں صموئیل زویمر سنٹر قائم ہوا، کالیفورنیا ہی میں ورلڈ ریسرچ مشنری سنٹر قائم ہے، جو مشنری کاز کو افراد اور مال فراہم کرتا ہے، اور مشنری ذہن کی تشکیل کرتا ہے۔

۱۸۶۵ء میں بیروت میں شامی انجیلی کالج قائم ہوا، جو آج امریکن یونیورسٹی کے نام سے موسوم ہے، دراصل ۱۸۶۱ء-۱۸۶۲ء میں دانیال بلس اور ڈاکٹر ولیم ٹامسن نے بڑے غور وخوض اور تدبر کے بعد تعلیم کا اعلیٰ ادارہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی تھی تاکہ ابتدائی مرحلہ میں طلبہ کی جو ذہن سازی اور تشکیل ہوتی ہے اس میں پختگی پیدا کی جاسکے اور سامراجی مفادات کے تحفظ کا سامان فراہم کیا جاسکے، کالج کی مجلس منتظمہ میں انگریزوں خصوصاً ان امریکیوں کو داخل کیا گیا جو مشنری کاز کو مالی تعاون دیتے ہیں، اس کا صدر دانیال بلس کو بنایا گیا، اور امریکن مشنری نے اس کالج کی سرپرستی قبول کی۔

دانیال بلس نے نیویارک کے کلیسا میں اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا کہ شرق قریب میں ایسے ڈاکٹر اور ایسی مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے جس میں توریت کو نصاب تعلیم میں اصل اور بنیادی حیثیت حاصل ہو، اور کالج کو یہ ذمہ داری دی جائے کہ وہ ایسی کتابیں اور لٹریچر تیار کرے جس کی مدد سے افریقہ اور ایشیاء میں عوام سے رابطہ آسان ہوسکے اور نصرانیت کے لئے زمین ہموار ہوسکے۔

کالج میں استاد کے لیے یہ شرط تھی کہ یہاں وہی استاد ہوسکتا ہے جو عیسائی ہو اور مشنری کا پرجوش حامی اور مبلغ ہو۔

آغاز میں کالج کی مشنری سرگرمیاں، تعلیم کے پردہ میں شروع ہوئی لیکن کچھ عرصہ بعد مشنری سرگرمیاں علانیہ طور پر انجام پانے لگیں، اور طلبہ کو کلیسا میں ہر روز حاضری پر مجبور کیا جانے لگا۔

۱۸۹۵ء میں مشنری جان واٹ کے دورہ کے بعد کالج نے عیسائی نوجوانوں کی تنظیم قائم کی، یہ تنظیم آج بھی فعال ہے۔

قاہرہ مصر میں جامع ازہر کے متوازی امریکن یونیورسٹی قائم ہوئی اس کو اصلاً امریکی سامراج نے مشنریوں کے تعاون سے قائم کیا تھا۔

لاہور پاکستان میں فرنچ کالج قائم ہے۔

دنیا کے مختلف خطوں میں امریکن مشنری تنظیمیں کام کررہی ہیں، اسی طرح جرمن مشرقی مشنری تنظیمیں دنیا کے مختلف گوشوں میں سرگرم عمل ہیں۔

۱۸۰۹ء میں انگریزوں نے یہودیوں میں نصرانیت کی اشاعت وتبلیغ کے لیے لندن انجمن کے نام سے ایک مشنری ادارہ قائم کیا، اس کا سب سے اہم کارنامہ دنیا بھر سے یہودیوں کو جمع کرکے فلسطین میں بسانا ہے۔

عیسائی مشنری کا ایک بین الاقوامی فیڈریشن قائم ہوا جو انٹرنیٹ کے ذریعہ نصرانیت کی تبلیغ کرتا ہے، اس کی سالانہ ایک میٹنگ ہوتی ہے جس میں نصرانیت کے فروغ اور اس کی اشاعت وتبلیغ کے مختلف پہلوؤں پر غور وخوض ہوتا ہے اور جدید ترین وسائل کے استعمال پر تبادلۂ خیال ہوتا ہے۔

مشنری کا عالمی نٹ ورک

عیسائی مشنری کے پوری دنیا میں اٹھارہ سو (۱۸۰۰) ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن قائم ہیں، کلیسا سے وابستہ مشنریوں کے پاس تقریباً تیس لاکھ کمپیوٹر ہیں اور چار ہزار نیوز ایجنسیاں ہیں۔

۲۰۰۶ء کے آغاز میں "پوری دنیا کو عیسائی بنانے کے سات سو منصوبے" کے عنوان سے امریکہ میں ایک کتاب شائع ہوئی جس میں حیرت انگیز حقائق کا انکشاف کیا گیا، اسکے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عیسائی مشنری کیل کانٹے سے لیس ہوکر اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے کس طرح سرگرم ہے، اور جدید وسائل اختیار کرکے اسلام کا دائرہ تنگ کررہی ہے، کتاب میں مذکور اعداد وشمار کے مطابق ورلڈ مشنری ادارہ سالانہ ۱۴۵ بلین ڈالر خرچ کرتا ہے، اس کے مختلف شعبوں میں تقریباً ۴۰۱ ملین افراد کام کرتے ہیں، ۱۳۰۰ پبلک لائبریریاں ہیں، دنیا کی مختلف زبانوں میں ۲۲۰ رسائل وجرائد اور میگزین شائع ہوتی ہیں، ایک سال میں چالیس لاکھ انجیل کے نسخے شائع ہوتے ہیں، اور اس ادارہ کے دنیا کے مختلف خطوں میں انیس سو (۱۹۰۰) ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن کام کررہے ہیں۔

ورلڈ اسلامک یوتھ آرگنائزیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق عیسائیوں کی تعداد ایک ارب سات سو اکیس ملین ہے، مشنری تنظیموں کی تعداد ۲۴۵۸۰ ہے، جب کہ مختلف میدانوں میں سرگرم عمل عیسائی انجمنوں کی تعداد ۲۰۷۰۰۰ ہے، ۱۳۸۸۰ ایسی تنظیمیں ہیں جو عیسائی مبلغین تیار کرتی ہیں، مشنری سنٹروں کی تعداد ۹۸۷۲۰ ہے، دنیا بھر سے ۲۲۷۰ رسائل ومجلات نکلتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن حمود السمیط نے اپنی کتاب "لمحات عن التنصیر فی افریقا" میں مختلف اعداد وشمار اور دیگر رسائل کی مدد سے لکھا ہے کہ ۱۹۹۹ء تک افریقہ میں عیسائی مبلغین کی تعداد ۴۱۵ ہزار تھی، جب کہ مقامی مشنریوں کی تعداد چار ملین ہے، اور مشنری لٹریچر کی تعداد ۲۴۸۰۰ ہے، رسائل واخبارات کی تعداد ۳۳۷۰۰ ہے، اور انجیل کے جو نسخے تقسیم کئے گئے ان کی تعداد ۲۱۴۹۳۴۱۰۰۰ ہے، اور ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشنوں کی تعداد ۳۷۷۰ ہے۔

مذکورہ بالا اعداد وشمار ۲۰۰۰ء تک کے ہیں۔

عربی رسالہ "المجتمع" نے مارچ ۲۰۰۷ء کے شمارہ نمبر ۱۷۳۹ میں ایک جرمن اخبار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ویٹیکن نے پوری دنیا میں اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ایک خطیر رقم منظور کی ہے، اور اس کام کے لیے پادریوں کی ایک تنظیم کو جو انجیل کی اشاعت وترویج کا کام کرتی ہے، مکلف کیا گیا ہے، اس مقصد کے حصول کے لیے متعدد وسائل اختیار کئے گئے ہیں، جن میں سرفہرست اسکولوں کا قیام، رفاہ عام کے اداروں کی تعمیر خصوصاً محتاجوں، غریبوں اور ناداروں کے قیام وطعام کا نظم وانتظام کرنا ہے، پادریوں کی مذکورہ تنظیم میں تقریباً ایک ملین افراد کام کرتے ہیں، اس میں ۱۸۵ ہزار پادری اور کاہن ہیں، ۴۵۰ ہزار دیگر کارکن ہیں جنہوں نے حالیہ سالوں میں ۲۸۰ تربیتی کیمپوں کے ذریعہ ۶۵ ہزار عیسائی مبلغ تیار کئے ہیں، اس تنظیم میں تقریباً ایک ملین کارکن ایسے بھی ہیں جو شہر شہر، قریہ قریہ گشت کرتے ہیں اور نادار اور غریبوں کا شکار کرکے ان کو کیتھولک چرچ کا تابع بنادیتے ہیں۔

مذکورہ بالا جرمن اخبار نے لکھا ہے کہ عیسائی مشنریوں نے اب اپنا الفت ومودت اور مرحمت وہمدردی والا طریقہ کار تبدیل کردیا ہے اور سامراجی فوجوں کی طرح جارحانہ اور پرتشدد طریقہ اختیار کرلیا ہے، اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ پادریوں کی تنظیم کے صدر کارڈینال کریسینزیبی نے اپنے بیان میں "میرے فوجی" "میرے فوجی جانباز" جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے ایسے الفاظ استعمال نہیں ہوتے تھے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے عیسائی مشنری بھی زور وقوت اور جارحیت کے راستہ پر گامزن ہوگئی ہے، اس تنظیم کا سالانہ بجٹ ۵۰۰ ملین ڈالر ہے، یہ ساری رقم لوگوں کو نصرانی بنانے اور اسلام کو روکنے کے لیے خرچ کی جاتی ہے۔

وہائٹ ہاؤس کی ایک رپورٹ میں اس کا انکشاف ہوا ہے کہ بش انتظامیہ نے سال ۲۰۰۵ء میں رفاہی اور عیسائی مذہبی اداروں کو دو ارب ڈالر سے زیادہ تعاون دیا ہے، گویا کہ امریکی سامراج عسکری اور مشنری دونوں راستوں سے اسلام پر حملہ آور ہے۔

عربی رسالہ "المجتمع" کے نئے اعداد وشمار کے مطابق پوری دنیا میں تقریباً چالیس لاکھ مشنری مراکز اور ادارے کام کررہے ہیں، جن کے پاس سو ملین کمپیوٹر ہیں، جن کو دنیا کے بڑے کلیسا ۲۵ ہزار نٹ ورک کے ذریعہ چلا رہے ہیں، ایک لاکھ لٹریچر مختلف موضوعات پر شائع ہوتا ہے، ۱۵۰ سے زائد زبانوں میں تقریباً ۲۵ ہزار اخبارات ورسائل شائع ہورہے ہیں، جو مشنری کاز کی ترجمانی کرتے ہیں، ۵۰۰ فضائی اور زمینی چینل ہیں، ایک لاکھ ایسے ادارے اور اسٹیشن ہیں جو عالم اسلام کے لیے عیسائی مبلغین تیار کرتے ہیں، مشنری کاز کے لیے ۸۲ ملین کمپیوٹر کام کررہے ہیں، ۵۳ ملین انجیل کے نسخے تقسیم کئے جاچکے ہیں، عیسائی ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشنوں کی تعداد ۳۲۴۰ ہے۔

بنگلادیش میں تیس ہزار عیسائی مشنری کام کررہے ہیں، جن کے پاس ۵۴ ہزار اسکوائر فٹ زمین ہے، مغربی ملکوں سے عیسائی مشنریوں کو سالانہ ۲۵۰ ملین ڈالر کا تعاون ملتا ہے، جن میں ۲۰۰ ملین ڈالر لوگوں کو عیسائی بنانے میں خرچ ہوتے ہیں، اس وقت بنگلادیش میں عیسائیوں کی تعداد ۸ ملین ہے جب کہ ۱۹۷۲ء تک ان کی تعداد صرف دو لاکھ تھی۔

اسی طرح سوڈان، صومالیہ، الجزائر، انڈونیشیا، عراق، شام، مصر اور دیگر غریب اسلامی ملکوں میں عیسائی مشنری قدرتی آفات وحوادث، سیلاب، طوفان، زلزلہ اور جنگوں کے متاثرین کی مدد کی آڑ میں سرگرم عمل ہیں، چونکہ امریکی سامراج بھی اب براہ راست کلیسا کی مدد کررہا ہے اس سے عیسائی مشنری اب علانیہ کام کررہی ہے اور مغربی ملکوں کا یہ دعویٰ کھوکھلا ثابت ہوگیا ہے کہ حکومت اور مذہب دونوں الگ الگ ہیں، بلکہ موجودہ سامراج کی تاریخ بتلاتی ہے کہ اس کو کلیسا اور عیسائی مشنریوں نے سب سے زیادہ قوت بہم پہونچائی ہے۔

(جاری)

احوال عالم

عراق میں امریکی افواج کو ویتنام کی طرح شکست

از.....انیس احمد ندوی

عراق میں امریکہ کو ویتنام کی طرح شکست کا سامنا ہے، فوج کے اعلیٰ عہدیداران اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ امریکہ عراق کی جنگ بری طرح ہار چکا ہے، لیکن شکست کو تسلیم کرنے میں عار محسوس کر رہا ہے، اور اپنی سبکی دور کرنے کے لئے نت نئے بہانے اور اعذار پیش کر رہا ہے، سب سے پہلی بات جو اس کی شکست پر دلالت کرتی ہے وہ یہ کہ امریکی فوج کا حوصلہ نہایت پست ہو چکا ہے، ان کی ہمتیں جواب دے چکی ہیں اور جب فوجیوں کے اندر ہمت وطاقت اور لڑنے کا حوصلہ نہ ہو تو انہیں لڑنے کے لئے مجبور کرنا موت کے منہ میں جھونکنے کے مرادف ہوگا، ایسی حالت میں امریکہ کا اپنی فوجوں سے لڑنے کا مطالبہ اور اصرار ان کے وجود کے لئے زبردست خطرہ بن سکتا ہے، اور فوجیوں کی ایک بڑی تعداد کے لئے عراق قبرستان بن سکتا ہے، جنگی حکمت عملی کے ذریعہ جنگ جیتنا آسان ہوتا ہے، جبکہ محض قوت وطاقت کے بل بوتے پر شکست کو فتح میں بدلنا مشکل ہی نہیں بسا اوقات خطرناک ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں امریکہ کا جنگ پر اصرار غیر دانشمندانہ عمل معلوم ہوتا ہے، بہت سے فوجی عہدیدار جنگ ہارنے کی وجہ فوج کی کمی بتاتے ہیں جو کہ محض عذر لنگ ہے۔

سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ عراق کے سلسلہ میں روز اول سے پوری دنیا میں اور خاص طور پر خود امریکہ کے اندر رائے عامہ مختلف رہی ہے، مسئلہ عراق پر اس وقت امریکہ کے اندر سیاسی قوت ارادی کی کمی پائی جاتی ہے، رائے عامہ جنگ کی شدید مخالف ہوگئی ہے، عوام جنگ سے عاجز آچکی ہے، عوام اور حکومت میں جنگ کے سلسلہ میں نظریاتی اختلاف ٹکراؤ کی حد تک پہونچ چکا ہے۔ کچھ لوگ خصوصاً امریکہ کا حکمراں ٹولہ لڑ کر اس جنگ کو اختتام تک پہونچانا چاہتا ہے، جب کہ اکثر لوگ جنگ کے اس خوفناک بھنور سے نکل جانے کو ترجیح دیتے ہیں، واضح رہے کہ اس بھنور میں امریکہ کی اقتصادیات کا ایک بڑا حصہ صرف ہو رہا ہے عوام کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں، عوام صدر بش کی اس پالیسی سے بری طرح متاثر ہوئی ہے۔

بغاوت کو کچلنے میں جنگی مہارت رکھنے والے تجربہ کار افسران پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی ٹیم جنرل ڈیوڈ پیٹرس کے مشیر کار کی حیثیت سے تشکیل دی گئی ہے، اس کا کہنا ہے کہ ان کے پاس اس جنگ کو انجام تک پہونچانے کے لیے صرف چھ مہینے کا وقت رہ گیا ہے، بصورت دیگر انہیں عراق میں ویتنام کی طرح شکست فاش کا سامنا کرنا ہوگا اور عراق سے بڑی تیزی کے ساتھ پسپائی اختیار کرنی ہوگی، واضح رہے کہ جنرل ڈیوڈ پیٹرس اور ان کی ٹیم کو جارج بش کے ذریعہ ۱۰ر جنوری ۲۰۰۷ء کو اعلان کی جانے والی ''نئی پیش قدمی'' کی پالیسی کو عملدرآمد کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، یہ پالیسی عراق کی راجدھانی اور دیگر علاقوں میں بڑھتے ہوئے تشدد کو روکنے کے لئے ۲۱٫۵۰۰ امریکی فوجیوں کے متنازع کمک پر بھی مشتمل ہے، حالانکہ یہ نہایت ناکام اسکیم ہوگی، واضح رہے کہ اس جنگ میں امریکہ کے حامی وحلیف اول برطانیہ نے تعاون کا ہاتھ کھینچ لیا ہے اور اپنی فوجوں کو واپس بلانا شروع کر دیا ہے، برطانیہ کے افواج کی واپسی سے اور اسی طرح دوسرے اور بھی حلیفوں کے متوقع واپسی سے پیٹروس اور ان کی ٹیم کی دشواریوں میں اضافہ ہوا ہے جس کا واضح مطلب یہ نکالا جا رہا ہے کہ امریکہ کے حلیفوں کا شیرازہ بکھر رہا ہے، ایسے وقت میں صدر بش کی اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانا وقت سے جنگ لڑنے کے مرادف ہوگا، کیونکہ عراق میں اس وقت جنگ کا نقشہ بالکل پلٹ گیا ہے اور امریکہ کو عراق میں ایسی دشواریوں کا سامنا ہے جنہیں وہ جنگی اسکیموں اور آلات حرب کے ذریعہ قطعاً حل نہیں کر سکتا ہے، بلکہ ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچنے اور انہیں حل کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ عوام کے اندر پھیلی ہوئی بے اطمینانی اور بے چینی کو دنیا کا کوئی کمانڈر اپنی طاقت سے ختم نہیں کر سکتا، اگر وہ جنگی آلات کے سہارے اسے جبراً ختم کرنا چاہتا ہے تو اس میں مزید شدت پیدا ہوتی ہے، اور ایسی حکمت عملی سے قابض طاقتوں سے نفرت میں اضافہ ہوتا ہے اور حالات بہتر ہونے کے بجائے بگڑتے چلے جاتے ہیں، طاقت کے سہارے تھوڑی دیر کے لئے انہیں زیر تو کیا جا سکتا ہے، مگر مستقل طور پر ان کے وطن پرستی اور حملہ آور قوم کے خلاف نفرت کے جذبہ کو کچلا نہیں جا سکتا اور اگر زبردستی اس مقصد کے حصول کی کوشش کی جاتی ہے تو اس کے نتائج بڑے سنگین ہوتے ہیں چنانچہ وہ کسی

بھی وقت آتش فشاں کی شکل میں پھٹ کر قابض قوموں کو نیست ونابود کر سکتے ہیں، جنرل ڈیوڈ پیٹرس ایک ذہین، پڑھے لکھے فوجی کمانڈر معلوم ہوتے ہیں جو فوجی کمانڈنگ کے ساتھ عقل کے استعمال کے قائل ہیں، چنانچہ عراق کے حالات کا انہوں نے بالکل صحیح اندازہ کیا اور حکومت کو مشورہ دیا کہ عراق کی موجودہ صورت حال کو جنگی طریقوں سے زیادہ عقلی اور منطقی طریقوں سے حل کرنے کی ضرورت ہے، محض جنگی طریقہ پر عراق کی خانہ جنگی کو ختم نہیں کیا جا سکتا، ان کا کہنا ہے کہ عوام سے ربط وتعلق پیدا کر کے نیز فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا بنا کر ہی عراق کی بگڑتی ہوئی صورتحال کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔

اس طرح کے پرآشوب دور میں قومی وملی قائدین کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، ان کی اپنی سیاسی، سماجی، ملی اور قومی ذمہ داریاں ہوتی ہیں، جسکی وجہ سے وہ حملہ آور قوم کے سامنے پوری طرح سر تسلیم خم کرنے سے ڈرتے ہیں، کیونکہ ایسا کرنے میں خود ان کے وجود کو خطرہ لاحق ہوتا ہے اور عوام ایسے قائدین کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتی جو کسی حملہ آور قوم سے قومی مفادات کا سودا کر لیتے ہیں، ایسے لیڈران عوام کے غیظ وغضب کا نشانہ بن جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عراق کی کٹھ پتلی سرکار جو کہ امریکہ نواز ہے اور آقاؤں پر نوازشات کی بارش کرنا جس کی فطرت بن گئی ہے، مگر وہ عراقی تیل کے ذخائر کو امریکہ کے ہاتھوں بیچنے سے گریز کر رہی ہے، یاد رہے کہ تیل کے حصول کے لئے امریکی مہم جاری ہے اور اندر اندر ایک ایسے بل کی منظوری کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے بموجب کافی عرصہ تک بڑی مقدار میں تیل کے ذخیرہ امریکہ کو ملتے رہیں مگر عراقی عوام اس کو قطعاً پسند نہیں کرتی، اس لئے عوامی ردعمل کے خطرہ سے حکومت عراق کے Oil Sell-out سے گریز کر رہی ہے، اور بل کو منظوری نہیں دے رہی ہے، بہرکیف اس ہنگامہ خیز حالات میں حکومت کو عراقیوں کے فوجی مفادات کا سودا کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

عراق کی صورت حال پر NATO ممالک کی تشویش

عراق میں تشدد اور بدامنی کی وجہ سے صورت حال اس قدر سنگین ہوگئی ہے کہ امریکہ کے حلیف ممالک بھی امریکی افواج کے عراق سے واپسی کے ساتھ ساتھ صدر بش کی پالیسیوں کی مذمت کر رہے ہیں اور دنیا میں پھیلتی ہوئی بدامنی نیز اسلحہ کی دوڑ کے لئے صرف امریکہ کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں، حال ہی میں عراق کی بگڑتی ہوئی صورت حال اور بڑھتے ہوئے تشدد کو روکنے کے لئے NATO ممالک کی ایک بیٹھک عراق میں ہوئی، روس، جرمنی، فرانس ان ممالک میں سے ہیں جو صدر بش کی پالیسیوں کے نکتہ چیں ہیں، حالات قابو سے باہر ہوتا دیکھ کر UNO کے جنرل سکریٹری عراق پہونچے اور حالات کو بہتر بنانے کے لئے عراقی عہدیداروں سے ملاقات کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک کا رخ عراق کے مسئلہ پر بدل چکا ہے، اور سب متفقہ طور پر عراق سے امریکہ کی بے شرط واپسی کے خواہاں ہیں، تاکہ لاکھوں بے گناہ شہریوں کی جان بچ سکے، یہ جنگ اس قدر طویل ہوگئی ہے کہ خود امریکہ کو اسکا اور نہ ہی اس پر ہونے والے زبردست صرفہ کا اندازہ تھا۔

عراق پر حملہ کا پانچواں سال

عراق پر حملہ کے پانچویں سال کی شروعات پر پوری دنیا میں جنگ کے خلاف شدید احتجاجات ہوئے، لوگوں نے اپنے اپنے شدید غیظ وغضب، نفرت وکراہیت اور غم وغصہ کا اظہار کیا، دسیوں ہزار مظاہرین نے واشنگٹن، ہنگری، اسپین، آسٹریلیا، یونان، ترکی، قبرص، جنوبی کوریا، چلی، سویڈن، عراق اور بہت سارے دوسرے ملکوں میں اس جنگ کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا، یاد رہے کہ عراق کی اس جنگ میں اب تک تقریباً سات لاکھ لوگ مارے جا چکے ہیں، واشنگٹن ڈی سی میں تقریباً دس ہزار لوگ سخت سردی کے باوجود لنکن میموریل پر اکٹھا ہوئے اور جنگ کے خلاف نیز فوجیوں کو واپس بلانے کے لئے اپنے شدید جذبات کا اظہار کیا، یہ لوگ ہاتھوں میں تختیاں اٹھائے ہوئے تھے جن پر لکھا تھا ''ہمیں قائد چاہئے خونی نہیں''، ''جنگ کا مجرم بش''، ''امریکہ فوراً عراق سے باہر نکلے'' اسی طرح بعض لوگ ایسی تختیاں اٹھائے ہوئے تھے جن پر لکھا ہوا تھا ''بش کو روکو ہمیں صحت کی دیکھ رکھ چاہئے جنگ نہیں'' واضح رہے کہ صدر بش امریکی اقتصادیات کا ایک بڑا حصہ اسلام مخالف پالیسیوں پر خرچ کر رہے ہیں جس سے امریکی عوام کافی متاثر ہو رہی ہے، تعلیم، صحت، بچوں کی دیکھ ریکھ اور اسی طرح عوام کی فلاح وبہبود اور دیگر شعبوں کے بجٹ سے کٹوتی کر کے اسلام مخالف پالیسیوں پر صرف کیا جا رہا ہے، ایک ممتاز دانشور اور سیاسی رہنما ریورنڈ جسی لوئیس جیکسن، نے حال ہی میں The Cost of Folly (حماقت کی قیمت) کے عنوان سے ایک تجزیہ پیش کیا ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ''اس جنگ میں امریکہ کو ۹ بلین ڈالر ماہانہ اور تقریباً ۱۲۰ بلین ڈالر سالانہ خرچ کرنا پڑ رہا ہے، اس خطیر صرفہ کی منہ بھرائی کے لئے صدر بش نے ۲۰۰۷ء کے بجٹ میں تعلیم، صحت

اور بچوں کی دیکھ ریکھ اور اسی طرح عوامی بہبود کے اہم شعبوں کے بجٹ میں کٹوتیاں کی ہیں جس سے عوام بری طرح متاثر ہو رہی ہے"۔

Medic Aid اور Medicare کے

بجٹ سے ترتیب وار پانچ بلین ڈالر سے ۳۶ بلین ڈالر کی کٹوتی کی گئی ہے، ماہرین اقتصادیات کے مطابق امریکہ کے جارحیت پسند حکمراں جس بری طرح امریکی وسائل کو اسلام مخالف جنگوں میں جھونک رہے ہیں اس کی مقدار ٹیکنکڑوں کھرب ڈالر تک پہونچ چکی ہے، اس میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے اور اب تو امریکہ نے نیا جنگی محاذ تلاش کرلیا ہے، افریقی ممالک کو اپنے استعماری توسیع کے احاطہ میں لینے والا پینٹاگن کا توسیعی کمانڈ جسے "افریکام" کا نام دیا گیا ہے امریکہ کی مکروہ ومبغوض عسکری منطق کا حامل ہے، زمانہ قدیم کے رومی شہنشاہوں کی طرح امریکہ کے ظالم وجابر قیصر بھی دنیا کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، شرق اوسط، یورپی ممالک، بحرالکاہل کے علاقے اور افریقہ، اب افریقہ کی باری آگئی ہے۔

اس موقع پر ہم آپ کو یاد دلاتے چلیں کہ پنٹاگن نے ۲۰۰۸ء کے مالی بجٹ کے لئے ۵ء۱۶ ٹریلین ڈالر کی درخواست پیش کی ہے اور اس خطیر رقم کا بیشتر حصہ اسلام مخالف پالیسیز پر خرچ ہوگا، اس کے مقابلہ میں ۲۰۰۸ء میں روس کا دفاعی بجٹ ۳۱ بلین ڈالر کا ہوگا، جب کہ چین تقریباً ۸۷ بلین ڈالر خرچ کرے گا، انہیں جنگجویانہ مہموں کی وجہ سے صدر بش کی مقبولیت کا گراف بہت نیچے آگیا ہے تقریباً دو تہائی امریکی عوام انہیں بالکل پسند نہیں کرتی، اس لئے آئندہ الیکشن میں ان کی شکست نوشتۂ دیوار ہے، اگر امریکہ کے ظالم وجابر حکمراں ہوش کے ناخن لیں تو وہ امریکہ کو محفوظ کرنے کا مقصد جس کے لئے انہوں نے یہ سب ہنگامہ برپا کر رکھا ہے عراق کی جنگ پر ہونے والے ۱۵-۱۰ دن کے خرچ سے بآسانی حاصل کرسکتے ہیں اور امریکہ کو ہر حیثیت سے محفوظ بناسکتے ہیں۔

جنگ سے بڑے پیمانہ پر عراقی خانماں برباد

عراق اس وقت سامراجی طاقتوں کے قبضے میں ہے، حاکم ومحکوم کے درمیان پیدا شدہ خلیج کو بے گناہ عراقیوں کے خون سے بھرا جارہا ہے، حکومت اس وقت ان جارح وجابر طاقتوں کے مکمل کنٹرول میں ہے جو انسانی تباہی اور سیاسی تعطل کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

سب سے بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت عراق میں لاقانونیت کا راج ہے اور قانون ونظام کی جگہ مسلکی حدبندیوں نے لے لی ہے، قابض طاقتوں کے ذریعہ بھڑکائے گئے فتنہ وفساد نے معاشرہ کے پرخچے اڑادیئے ہیں، قومی اور مفاد عامہ کے ادارے اس وقت مکمل انارکی کا شکار ہیں۔

عراق میں چل رہے مسلکی اور طبقاتی تشدد میں نہایت وسیع پیمانہ پر عراقیوں کا جانی ومالی نقصان ہورہا ہے، اس خانہ جنگی کی وجہ سے وہاں کی معیشت چرمرا گئی ہے، ہزاروں لوگ خانہ جنگی اور جرائم کی وبا سے نجات حاصل کرنے کیلئے مجبور ہوکر اپنے گھروں کو خیرآباد کہہ رہے ہیں۔

International Organisation for Migraltion (IOM) کے ایک اندازہ کے مطابق روزانہ ایک ہزار عراقی تشدد اور جرائم کی کثرت کی وجہ سے اپنا گھر چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ انکے پاس اپنے آپ کو زندہ اور باقی رکھنے کے سہارے بھی ناکافی ہیں، گذشتہ سال فروری میں عراق کے اندر ۲ء۱ ملین خانماں برباد لوگ تھے، اس وقت سے ابتک تقریباً ۶۰۰۰۰ ۳ لوگ اس تشدد سے رہائی حاصل کرنے کیلئے اپنے گھروں کو چھوڑ چکے ہیں اور ہنوز لوگوں کی ہجرت کا سلسلہ جاری ہے۔ ان پناہ گزیں افراد کے پاس اشیائے خوردونوش کے علاوہ ملجا وماوی نیز ذرائع آمدنی کی سخت قلت ہے، عراق کی کل آبادی تقریباً ۲۶ ملین ہے، اور عراق کے اندر بے گھر ہونے والوں کی تعداد ۷ء۱ ملین ہوگئی ہے، UN کی ایک رپورٹ کے مطابق ۴ء۳ ملین عراقی جنہوں نے تشدد کی وجہ سے پڑوسی ممالک میں پناہ لی ہے ۱۹۴۸ء میں قیام اسرائیل کے وقت فلسطینیوں کی خانما بربادی کے بعد سے دوسری جگہ زیادہ دن تک ٹھہرنے والی مغربی ایشیاء میں آبادی کی سب سے بڑی نقل وحرکت ہے، اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے، اور ۴۰ ہزار عراقی ہر مہینہ عراق کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔

پناہ گزینوں سے پوچھا گیا کہ انہیں سب سے زیادہ کس چیز کی ضرورت ہے تو ۸۰ فیصد لوگوں نے ملجا ومستقر کو اپنی سب سے اہم ضرورت بتایا جبکہ ۷۱ فیصد لوگوں نے کھانے کو اسی طرح ۶۷ فیصد لوگوں نے نوکری کو اپنی سب سے اہم ضرورت بتایا۔

ضرورت ہیکہ امت مسلمہ اجتماعی طور پر عراق کو پُرامن بنانے کی کوشش کرے اور اسی طرح امریکہ سے پُرزور اپیل کرے کہ وہ پُرامن طریقے پر عراق سے نکل جائے اور عراق کو مستحکم بنیادوں پر عراقیوں کے حوالے کردے۔

☆☆☆☆☆

رپورٹ

آخری قسط

عالمی رابطۂ ادب اسلامی شعبۂ ممالک مشرقیہ

چوبیس واں مذاکرۂ علمی رپورٹ

بہ مقام حج ہاؤس ممبئی

از: ..... ڈاکٹر مولانا محمد صدرالحسن ندوی مدنی

مقالات کی پہلی نشست:

صدارت: مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، نظامت: مولانا نذرالحفیظ ندوی

مقالات: (۱) ڈاکٹر ثناء اللہ ندوی (علی گڑھ) ارکان اربعہ کا کلامیاتی تناظر (۲) ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی (علی گڑھ) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے کلام میں قرآنی استشہاد (۳) مشتاق مدنی (پونہ) المرتضیٰ مولانا کی تصنیف کا شاہکار (یہ مقالہ انگریزی میں تھا) (۴) ڈاکٹر مولانا محمد صدرالحسن ندوی مدنی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تحریروں کا ادبی جائزہ خطوط کے خصوصی حوالہ سے (۵) مولانا بابر حسین ندوی (بھوپال) (داعیۃ القرن السید ابوالحسن علی الحسنی الندوی خطیباً بارعاً (۶) مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور ان کے دعوتی خطبات کے چند نمونے۔

مقالات کی دوسری نشست:

صدارت: مولانا ابوالبقاء ندوی، نظامت، مولانا شعیب کوٹی

مقالات: (۱) ڈاکٹر احسان اللہ فہد (علی گڑھ) پیام انسانیت یا دعوت دین، مولانا کے خطبات کا مطالعہ (۲) ڈاکٹر توقیر عالم: دعوت دین اور اس کے مقتضیات، مولانا کے خطبات میں" (۳) جناب سید شرافت علی (بھوپال) مولانا ندوی کے خطبات میں شعری استشہادات۔

مقالات کی تیسری نشست:

مقالات: (۱) مولانا ڈاکٹر محسن عثمانی (حیدرآباد) مفکر اسلام کے خطبات کی خصوصیات (۲) عارف عزیز (بھوپال) مفکر اسلام کی فکر ونظر، تقاریر کے آئینہ میں (۳) پروفیسر عبدالوہاب (اورنگ آباد) مولانا کے علی گڑھ یونیورسٹی کے افتتاحی خطبہ کا جائزہ (۴) ڈاکٹر تابش مہدی: مولانا بحیثیت ناقد (۵) مولانا ضیاء الحسن ندوی (لکھنؤ) مولانا کا اختصار تحریر وقادر الکلامی (۶) مولانا ڈاکٹر سید اجتباء ندوی: حضرت مولانا کے دینی وتعلیمی خطبات کا ادبی مقام وپیغام (۷) مولانا علیم الدین ندوی: مولانا کی تحریروں کا ادبی جائزہ۔

مقالات کی چوتھی نشست:

مقالات کی چوتھی نشست کی صدارت اجلاس کے کنوینر مولانا مستقیم اعظمی نے کی اور نظامت کے شاہ کلید مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی کے حصہ میں آئی، اس نشست میں چار مقالات پڑھے گئے۔

(۱) جناب انیس چشتی: مولانا ندوی کے خطبات کی قدر وقیمت (۲) مولانا مشتاق علی ندوی مدنی: خطبات دینی تعلیمی کونسل، ایک جائزہ (۳) مولانا عبدالقدیر قاسمی مدنی: مولانا کی تحریروں کا ادبی جائزہ خطبات کے خصوصی حوالہ سے (۴) ڈاکٹر مولانا کلیم الرحمٰن خاں ندوی بھوپالی: ملک وقوم کی فکر خطابات کی روشنی میں۔

اسی طرح ان چار نشستوں میں کل بیس مقالات پڑھے گئے اٹھارہ اردو میں، ایک انگریزی میں اور ایک عربی میں، اس مذاکرہ علمی کے لئے پینتالیس مقالے دفتر رابطہ کو موصول ہوئے تھے لیکن وقت کی تنگی کے باعث وہ مقالات نہیں پڑھے جاسکے

اختتامی اجلاس:

۴ مارچ/۱۳ صفر کو دوبجے دوپہر حج ہاؤس کے سیمینار ہال میں اختتامی اجلاس منعقد ہوا، مولانا نعمت اللہ بھٹکلی کی قرأت قرآن پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا، نظامت کے فرائض مولانا نذرالحفیظ ندوی نے انجام دیئے۔

اس دوروزہ سیمینار کی تجویز مرتب کرنے کے لئے سات ارکان پر مشتمل کمیٹی (۱) مولانا سید محمد واضح رشید ندوی (۲) مولانا سید محمد اجتباء ندوی (۳) مولانا نذرالحفیظ ندوی (۴) ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی (۵) مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی (۶) مولانا ڈاکٹر محمد صدرالحسن ندوی مدنی، مولانا آس محمد کلزار قاسمی کی مرتب کردہ تجاویز کو مولانا نذرالحفیظ ندوی نے مندوبین کے سامنے پیش کیا، جن کو حاضرین اجلاس اور شرکاء سیمینار نے بہ اتفاق رائے منظور کیا۔ اس کے بعد صدر اجلاس مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے صدارتی کلمات سے سامعین کو مستفید کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ادب اسلامی کے بارے میں سوچا اور اس کو باقاعدہ مہم کے طور پر اپنی تحریر وتقریر کا میدان بنایا، ابتداء میں اس اصطلاح پر اعتراضات ہوئے لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد بات واضح ہوگئی، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اسلامی ادب کا دائرہ غیر محدود ہے، زندگی کے سارے شعبے اسمیں آتے ہیں، اس کو افادی بنانا چاہئے تاکہ انسانیت کو فائدہ پہونچے، آپ نے سیمینار کے انعقاد کے سلسلہ میں اہل ممبئی اور ارکان استقبال کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا، مندوبین کی جانب سے ڈاکٹر مولانا محمد اجتباء حسین ندوی نے تشکر کے الفاظ ادا کئے منتظمین کی جانب سے عزیز مکرم مولانا محمود الرحمٰن فاروقی ندوی نے اظہار تشکر کیا اور صدر کی دعاء پر یہ جلسہ اختتام کو پہونچا۔ یہ سیمینار اپنی متعدد خصوصیات کی بنا پر دوسرے سیمینار کے مقابلہ میں ممتاز

رہا۔ امید ہے یہ سیمینار اہل علم ودانش اور ادب اسلامی کے میدان میں کام کرنے والا صالح اقدار اور صحت مند افکار کے حامل ادباء کے اسلوب قلم کے لئے مہمیز ثابت ہوگا، مندوبین اور اصحاب قلم ادباء وعلماء ومفکرین نے مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی کی تحریروں کے ادبی پہلوؤں پر مختلف زاویوں سے جس طرح روشنی ڈالی اور ان تحریروں اور خطابات وخطبات کو اپنی بحث وتحقیق کا موضوع بنایا وہ اس بات کی علامت ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ''ادب اسلامی'' کے جس تصور کو عام کرنے کی کوشش کی تھی اور مشرق ومغرب میں جس ساخ نہال کو بارآور بنانے کی خاطر ایک ہلچل تھی، مقام شکر ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وہ آواز صدا بہ صحرا ثابت نہیں ہوئی بلکہ ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا میں رابطہ کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی تعداد کارواں میں تبدیل ہوگئی، اور اب یہ کاروان ادب تیزی کے ساتھ منزل کی سمت رواں دواں ہے۔

اس مذاکرہ علمی کی روشنی میں جو تجاویز مرتب کی گئیں وہ یہ ہیں:

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فکر وفن کے ذریعہ ادب کو جس افادیت اور صحت مندانہ خصوصیت اور اس کے مطابق وسعت وگہرائی سے آشنا کیا، مغربی طرز فکر اور درآمدہ نظریات کا جس خود اعتمادی، حقیقت پسندی اور اعتدال وتوازن کے ساتھ تجزیہ کیا، اور ادب اسلامی کے نظریہ کی جس وسعت کے ساتھ تعبیر وتشریح کی، اور جس قوت کے ساتھ عالم عرب اور عالم اسلام کے سامنے اس کی نمائندگی کی، وہ ہمارے لیے ایک قابل فخر اثاثہ ہے، اس لیے ضرورت تھی کہ مفکر اسلام کی شخصیت کے اس گوشے کو خاص طور پر نمایاں کیا جائے تاکہ اسلام پسند ادباء کو حوصلہ ملے، اور ادب اسلامی کی شاہراہ پر گامزن رہنے کے لیے ایک نمونہ میسر آئے۔

یہ سیمینار اسی حقیقت پسندی کی جانب ایک مثبت قدم ہے، رابطہ ادب اسلامی نے اپنے قیام کے عہد سے ہی جن موضوعات کو بحث وتحقیق کا موضوع بنایا، ان میں شخصیت کے بجائے فکر وفن پر زیادہ توجہ مرکوز کی ہے، اس کے مذاکرۂ علمی کے موضوعات پر ایک نظر ڈالنے سے ادب اسلامی کی غیر معمولی وسعت اور اس کی رنگارنگی اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر اس کی ہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے۔

عروس البلاد ممبئی میں ۳-۴ رمارچ ۲۰۰۷ء کو ''مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں کا ادبی جائزہ'' (خطبات وخطوط کے خصوصی حوالے سے) کے موضوع پر دوروزہ سیمینار حج ہاؤس کے وسیع ہال میں منعقد ہوا، جس میں شہر کے ممتاز اہل قلم، معتبر پیشہ صحافت سے منسلک ارباب فکر ودانش اور ہندوستان کی مختلف جامعات اور علمی وادبی دانش گاہوں کے مندوبین حضرات نے شرکت کی، اور اپنے علمی، تحقیقی اور پُرمغز مقالے پیش کیے، اور ان مقالات میں مولانا علیہ الرحمۃ کی شخصیت اور آپ کے خطوط وخطبات کی ادبی حیثیت کو اجاگر کیا۔

سیمینار کی مختلف نشستوں میں پیش کردہ مقالات کی روشنی میں ''علمی کمیٹی'' نے درج ذیل تجویزیں مرتب کیں جن کو حاضرین اجلاس وشرکاء سیمینار نے بہ اتفاق آراء منظور کیا۔

ہندوستان کے اہل قلم سے رابطہ قائم کیا جائے اور انہیں دین وملت کے موضوعات پر لکھنے کی دعوت دی جائے، اور اس طرح اسلامی ادب کے دائرہ کو وسیع تر کیا جائے۔

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور ادب اسلامی کے عمائدین کی نگارشات کے عمومی فروغ واشاعت کے ذریعہ ادب اسلامی کو عام کیا جائے، تاکہ ان علمی وفکری نگارشات کی روشنی میں مردم گری وشخصیت سازی میں مدد لی جاسکے۔

مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں اعتدال وتوازن، دینی غیرت وحمیت کی جو جامعیت تھی، اور جس کے بغیر کوئی تحریر ''از دل خیزد وبر دل ریزد'' کا مصداق نہیں ہوسکتی، اس حوالے سے افراط وتفریط سے پاک ادب کی ہمہ جہت ترقی اور اس کی ترویج واشاعت کے لیے بھرپور کوشش کی جائے۔

نئی نسل جو اردو زبان وادب سے ناآشنا ہوتی جارہی ہے، مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگارشات اور خاص طور پر ''ادب اطفال'' کے توسط سے ان میں مولانا کی قلمی کاوشوں کے طرز پر ان کے افکار وخیالات اور جذبات واحساسات کی آبیاری کی جائے تاکہ وہ ادب شناس بنیں، اور اسلوب بیان اور طرز نگارش اختیار کرنے کے لیے ایک مثالی نمونہ ان کے سامنے آسکے۔

دین کے ساتھ ادب کا جو تعلق ہے، جس کی طرف رہنمائی ہمیں قرآن کریم اور حدیث شریف سے ملتی ہے، اس کو پروان چڑھانے کی کوشش کریں تاکہ اس کے ذریعہ انسانی اقدار کو فروغ ملے اور مذہب اور دین کی اصلاح ہوسکے۔

صالح زندگی کے مختلف موضوعات کے اسلامی ادب کے اساطین کی تحریروں میں اسالیب بیان کی جلوہ گری کو نمایاں طور پر سامنے لایا جائے، تاکہ آج کے ماحول میں اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکے۔

یہ سیمینار ممبئی اور اہالیان ممبئی کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے مہمانوں کے آرام وراحت کا بھرپور خیال رکھا اور بہت اچھا انتظام کیا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

جن اداروں اور مقامات سے مندوبین حضرات تشریف لائے ان میں قابل ذکر یہ ہیں:

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مدرسہ تعلیم القرآن بوڑیہ (ہریانہ)، مدرسہ احیاء العلوم سہارن پور، باب العلوم کلکتہ، دارالعلوم تاج المساجد بھوپال، جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد، جامعہ اسلامیہ حسینیہ اجڑارہ میرٹھ، جامعہ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ، برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال، جامعہ انوارالعلوم اورنگ آباد، جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات، سیفل عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد، مدرسہ معہد ملت مالیگاؤں، جامعہ اسلامیہ بھٹکل وغیرہ، نیز ممبئی کے مقامی ادارے۔

☆☆☆☆☆

رپورٹ

جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ

کا دوروزہ بین الاقوامی مذاکرۂ علمی

۱-۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۱-۲۲ رمارچ ۲۰۰۷ء کو جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ میں مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیہ کے زیر اہتمام دوروزہ عظیم الشان بین الاقوامی مذاکرۂ علمی ''ہندوستان اور علم حدیث، تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں'' کے موضوع پر منعقد کیا گیا، ۲۱ رمارچ ۲۰۰۷ء کو صبح ۹ بجے سیمینار کا افتتاحی پروگرام ہوا، جس کی صدارت جناب حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے فرمائی، جناب حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی بانی وسرپرست جامعہ اسلامیہ نے مذاکرۂ علمی کے مقصد پر روشنی ڈالی، ڈاکٹر ندوی کے فرزند ارجمند جناب ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے سالانہ رپورٹ اور جامعہ کا جامع تعارف پیش فرمایا اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اس مذاکرۂ علمی کی اہمیت کو بیان فرمایا اور اس کی کامیابی کے لئے دعائیں کیں، اس افتتاحی پروگرام میں ملک کی مختلف پارٹیوں کے سیاسی رہنماؤں نے بھی شرکت کی اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

اس مذاکرۂ علمی میں اندرون ملک سے تین سو سے زائد علماء نے شرکت فرمائی، مقالات کی تعداد پچاس سے اوپر تھی، جن میں اکثر مقالوں کا اختصار پیش کئے گئے، مذاکرۂ علمی کی مختلف نشستوں کی نظامت وصدارت کا فریضہ ملک کے مشاہیر علماء وفضلاء اور یونیورسٹیوں کے ارباب دانش وادب نے انجام دیئے۔

اس سیمینار کے منعقد کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جو کتابیں حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ شائع ہوئی ہیں، جن میں بطور خاص ''اوجز المسالک'' ۱۸ جلدوں میں ''التعلیق الممجد'' ۳ جلدوں میں ''بذل المجہود'' ۱۴ رجلدوں میں کے نام سرفہرست ہیں، جو ابوظبی حکومت کے تعاون سے شائع ہوئی ہیں، اس کے علاوہ جو دیگر بڑے مصنفین کی قیمتی اور وقیع مولفات ہیں ان سب کا تعارف پیش کرنا، مرکز کی مختلف علمی وتحقیقی سرگرمیوں کو منظر عام پر لانا اور علمی حلقوں میں ان کا تعارف پیش کرنا، اور علماء ومحققین کا تعاون ومشورہ حاصل کرنا، اس طرح ہندوستانی علماء کی کتب وشروحات سے جو مختلف ممالک کے مسلمانوں کو فیض پہونچ رہا ہے ان کی خدمت کے لیے فضلاء کو تیار کرنا، جس کا اعتراف عالم عربی کے چوٹی کے علماء نے کیا ہے، جن میں جامع ازہر کے رئیس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس سیمینار میں ابوظبی کے ڈاکٹر احمد بن حسن الخزرجی نے بھی شرکت کی تھی، انہوں نے اپنے تأثرات کا اظہار فرمایا، اور علماء ہند کی کوششوں اور خدمتوں کو سراہا، اس سیمینار کا مقصد یہاں کے علماء وباحثین اور تحقیقی کام کرنے والوں میں نشاط پیدا کرنا بھی تھا، دوروزہ سیمینار کی چار نشستوں میں پیش کئے گئے، مقالات بہت جلد ہی ان شاء اللہ کتابی شکل میں شائع کئے جائیں گے، اور اگر ضرورت محسوس کی گئی تو ان کا عربی ترجمہ بھی کیا جائے گا۔

اس دوروزہ مذاکرۂ علمی کا خوش آئند پہلو یہ ہے کہ حضرات مندوبین اور شرکاء سیمینار نے اپنے تأثرات میں مذاکرۂ علمی کے حسن انتظام اور سیمینار کے داعی وروح رواں اور جامعہ ومرکز کے بانی وسرپرست حضرت مولانا تقی الدین ندوی کو دعائیں دیں، اور ان کے علمی وتحقیقی تصنیفات اور ان کے جذبۂ تحقیق کو سراہا، سیمینار میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش ہوئیں:۔

۱۔ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ میں ''ہندوستان اور علم حدیث تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں'' کے عنوان سے منعقد ہونے والے بین الاقوامی سیمینار کے تمام شرکاء، جامعہ کے بانی اور سیمینار کے داعی حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کے علمائے محدثین کی خدمات پر ہونے والے سیمینار میں شرکت کی دعوت دے کر ان کی عزت افزائی فرمائی، اور آنیوالے تمام مہمانوں کے آرام اور راحت رسانی کے سلسلہ میں خود ڈاکٹر ندوی اور جامعہ کے اساتذۂ کرام اور طلبۂ عزیز نے انتظام وسلیقہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

۲۔ سیمینار کے شرکاء محسوس کرتے ہیں کہ تیرہویں اور چودہویں صدی کے علمائے محدثین پر سیمینار کے بعد ایک مذاکرۂ علمی پہلی صدی سے بارہویں صدی تک کے علمائے محدثین کی خدمات پر بھی منعقد کیا جائے۔

۳۔ شرکاء سیمینار جامعہ میں قائم مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیہ کی ترقیوں پر نہ صرف اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اس کی خدمات کے سچے دل سے قدرداں ہیں، اور یہ تمنا کرتے ہیں کہ یہ علمی مرکز علم وتحقیق کے میدان میں اور اپنی زیادہ سے زیادہ خدمات پیش کرتا رہے۔

۴۔ شرکاء سیمینار محسوس کرتے ہیں کہ اس طرح کے علمی سیمینار اہل علم وتحقیق کے آپس کے مذاکرہ اور تبادلہ علمی کے نہ صرف مواقع پیش کرتے ہیں بلکہ علمی

ذوق کو مہمیز کرنے اور ملت کی علمی اور تحقیقی ضروریات کی تکمیل کے لئے بہترین ذریعہ ہے، اس لئے شرکاء سیمینار بانی جامعہ و مرکز سے درخواست کرتے ہیں کہ سال بہ سال ورنہ کم از کم ہر تین سال پر ایک علمی و تحقیقی سیمینار کسی بھی علمی موضوع بالخصوص علم حدیث سے متعلق موضوعات پر سیمینار منعقد کریں۔

۵۔ شرکاء سیمینار کی خواہش ہے کہ مقالہ نگاروں نے جن نادر کتابوں اور مخطوطات کا ذکر کیا ہے ان کے نسخے سینٹر کی لائبریری کے لئے حاصل کئے جائیں، اور مخطوطات کی تحقیق اور مطبوعات کی دوبارہ طبع کا انتظام کیا جائے۔

۶۔ گجراتی، ہندی اور دیگر ہندوستانی زبانوں میں لکھی گئیں علمی و تحقیقی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا جائے۔

اس مذاکرۂ علمی میں مدعو مندوبین کو مرکز کے کتب خانہ اور اس کی نادر کتابوں کی زیارت کرائی گئی، جہاں حدیث شریف کی تقریباً دو سو نادر مخطوطات ہیں، خاص طور سے کمپیوٹر سینٹر اور گوشۂ متفکر اسلام بھی لوگوں کے لئے قابل دید تھے۔

واضح رہے کہ سیمینار کے افتتاحی پروگرام سے ایک روز قبل مورخہ ۲۰؍مارچ بروز منگل حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے رابطۂ ادب اسلامی برائے مشرقی اتر پردیش کا افتتاح بھی فرمایا۔

۲۲؍مارچ کی شب کو بعد نماز عشاء جامعہ اسلامیہ کا سالانہ اجلاس عام بھی منعقد ہوا، جس میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، ایک اندازہ کے مطابق کوئی ایک لاکھ لوگ جمع ہو گئے تھے، تلاوت کلام پاک کے بعد بالترتیب حضرت مولانا عبداللہ حسنی ندوی، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی، حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی، حضرت مولانا سجاد نعمانی ندوی اور حضرت مولانا خالد غازیپوری ندوی نے عوام سے خطاب فرمایا، پھر اخیر میں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب صاحبزادہ گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی دعا پر رات کے ۲؍بجکر ۳۰؍منٹ پر جلسہ اختتام پذیر ہوا، والحمد للہ علی ذلک۔

☆☆☆☆☆

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

از ..... مفتی محمد طارق ندوی

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جب مجلس مبارک میں آئے تو ایک مرتبہ درود پڑھنا لازم ہے یا ہر مرتبہ؟

جواب: ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے اور ہر مرتبہ پڑھنا مستحب ہے۔

سوال: آج کل فلیٹ بیچنے کے لیے بنائے جاتے ہیں ان پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ مکانوں پر زکوۃ فرض ہوگی کیونکہ وہ تجارت کی غرض سے بنائے جاتے ہیں۔

سوال: جو حضرات مستحق زکوۃ ہیں وہ دعوت کریں تو دعوت قبول کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مستحق زکوۃ حضرات کی دعوت قبول کر سکتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں ہے خواہ ان کی دعوت زکوۃ ہی کے پیسے سے کیوں نہ ہو۔

سوال: کیا کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ہاں کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: ایک شخص ہبہ کر کے اپنی موہوب شئے کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ کن لوگوں کو ہبہ کر کے واپس لے سکتا ہے اور کن لوگوں سے نہیں؟

جواب: واہب، ہبہ کی ہوئی چیز کو جس کو ہبہ کیا ہے اس سے واپس اس وقت تک لے سکتا ہے جب تک اس نے قبضہ نہ کیا ہو، جب موہوب لہ اس پر مکمل قبضہ کر لے، واہب ذی رحم محرم سے کسی حال میں بھی ہبہ واپس نہیں لے سکتے ہیں۔

سوال: مدرسہ میں رمضان کے اخیر عشرہ میں طالبات اور دوسری غیر شادی شدہ بالغہ عورتیں بھی ایک ساتھ اعتکاف کر سکتی ہیں یا نہیں؟

جواب: عورتیں اپنے گھر میں جہاں پنجگانہ نماز ادا کرتی ہیں وہاں اعتکاف کریں دوسری جگہوں میں گھر سے باہر اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: اگر کسی غیر اسلامی علاقہ کے لوگ مدارس و مکاتب بنانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں تو کیا زکوۃ کی رقم سے مدارس، مساجد کی تعمیر کر سکتے ہیں؟

جواب: مذکورہ بالا مسئلہ میں زکوۃ کی رقم سے مدارس و مکاتب اور مساجد وغیرہ تعمیر کرنا درست نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ میں صرف آٹھ مصرف ہیں یہ مصارف ان میں سے نہیں۔

☆☆☆☆☆

MEENA
QUALITY CAKE
مینا بیکری
MEENA BAKERY
Specialist In:
Bread, Bunds, Cakes, Biscuits, Pasteries, Rusk, Birthday Cakes, Paties, Rolls etc.
337 Phool Bagh, Luucknow-226001
Ph.: 2629448

Kamaluddin & Sons Perfumers
Specialist In
Indian Attar Like Shamama, Rhuhkhus, Hina etc.
عطر کی مشہور قدیم دوکان
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، اگربتی
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
کمال الدین اینڈ سنس پرفیومرس
Akbari Gate, Lucknow-226003
Phone : 0522-2267501

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشن اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور پہلی جلاوطن حکومت کے وزیر اعظم
پروفیسر مولانا برکت اللہ بھوپالی
کی یاد میں قائم دینی و عصری تعلیم کے اہم مراکز
برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول
گاندھی نگر، مدھیہ پردیش، انڈیا اور
برکت اللہ گرلز ہائر سیکنڈری اسکول
سلطانیہ روڈ، ٹیلی فون ایکسچینج کے سامنے، بھوپال، ایم پی، انڈیا
"کلیۃ برکت اللہ" کی تعمیر الحمدللہ نرسنگھ گڑھ روڈ پر جاری ہے، جس میں بورڈنگ کا اعلیٰ سطحی انتظام ہوگا۔
مذکورہ اداروں میں عصری تعلیم کیساتھ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔ غریب اور نادار مفلس طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی ہے
منجانب: حاجی محمد ہارون ایڈوکیٹ، بانی و ناظم اعلیٰ
فون: 0091-755-2543466, 2642715

شوگر کے مرض سے دائمی نجات کے لئے ایک مؤثر یونانی دوا
رجسٹرڈ نمبر 17476
شوگر آف
چار ماہ مسلسل استعمال سے شوگر کے مرض سے مکمل چھٹکارا۔
اسٹاکسٹ: اودھ اسٹور، امین آباد لکھنؤ
فون: 0522-2614054
تیار کردہ: آرام فارمیسی، لکھنؤ
فون: 2248567، موبائل: 9415500247
9936510837

Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796

پروپرائٹر: ولی اللہ

WALIULLAH JEWELLERS

All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery

ولی اللہ جویلرس

Jutey wali Gali, Aminabad, Lucknow

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

نسیم پاکٹ جنتری دستیاب ہے طلب کریں قیمت ۵/۰۰

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، عدے پارے، پنج سورے، عربی فارسی، اردو درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول، انٹر، جامعہ اردو گڑھ کی گائیڈ، گیس پیپر اور گھریلو طبی کتابیں بھی ہم سے مناسب قیمت پر طلب کر سکتے ہیں۔

Estd : 1915 (S) 0522-2627123 (R) 2301838 (M)9415104065

نوٹ: اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

صدیق بک ڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA

44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Ph: 23460220-23468708 Tele: Add Cupkettle

Maqbool Mian Jewellers

مقبول میاں جویلرس

Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9415001207-9335726377

CAFE FIRDOS

کیفے فردوس

Partly Air Conditioned

MOGHALAI & CHINESE FOOD

Tel : 23424781-23459921

145, Sarang Street,Crawford Market, Mumbai-400003

Mobile: 9415750289 Shop: 0522-2617956

حرمین ٹریڈرس

محمدیہ پروڈکٹس کے سپر اسٹاکیسٹ

النمیل یو اے ای۔ کلونجی تیل اور کلونجی پروڈکٹس کے اسپشلسٹ

حرمین بک ڈپو

پرفیومس النمیل دوبئی

شہر لکھنؤ کے مختلف عطریات سے معطر

کھوبانی سرمہ
روغن بلسن
عطریات

دکان نمبر 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی۔این۔ورما روڈ، امین آباد لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirts, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.

شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں

men mark ®

58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow

Phone: (S) 2616946 (R) 2627443

Ph: 2240381/2840580 Mob: 9415426138
E-Mail: mirzatour-trawel hotmail.com

مرزا ٹور اینڈ ٹریول (رجسٹرڈ) لکھنؤ

MIRZA TOOR & RAVEL حج، عمرہ ٹور آرگنائزر اینڈ گائیڈ سروس

حج وعمرہ، ملک وبیرون ملک کے ہوائی ٹکٹ، ویزہ اسٹیمپنگ، امیگریشن وبیرونی ملک کی زرمبادلہ تبدیل کرنے کے لئے رابطہ قائم کریں

U. G . 29 AVADH POINT NAKKHAS CROSSING, LUCKNOW.

Nadwatul Ulama
P.O. Box No. 93, Tagore Marg,
Lucknow - 226007 (India)

ندوۃ العلماء
ص.ب.۹۳ ٹیگور مارگ
لکھنؤ.۲۲۶۰۰۸ (الھند)

Date _____

التاریخ _____

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی ودینی خدمت میں مصروف ہے۔ طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں درجات کی بڑی کمی واقع ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے سال گذشتہ داخلے محدود کرنے پڑے، اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید درسگاہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا، اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید درسگاہ میں جو تین منزلہ ہوگی پندرہ درجات ہوں گے۔ ہر درجہ ۳۴×۲۵ فٹ کا ہوگا۔ اور اس کے سامنے برآمدہ ہوگا تاکہ طلباء کو تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس تعمیر پر ۷۶ لاکھ روپئے کے خرچ کا تخمینہ ہے، جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے، اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباءِ علمِ دین دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہونچے گا۔

وما ذلك على الله بعزيز

(مولانا) واضح رشید ندوی	پروفیسر وصی احمد صدیقی	(مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی	(مولانا) مفتی محمد ظہور ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر شعبۂ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے: Nadwatul Ulama

Phone : (91-522) 2741316, 2740151 Fax : 2741231, 2741221
e-mail Address : nadwa@sancharnet.in / website: www.nadwatululama.org